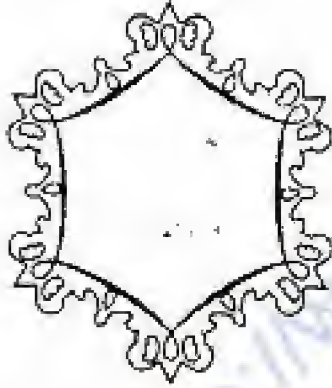

ماہ نامہ
ہمدرد
نونہال
مارچ ۲۰۱۵ء

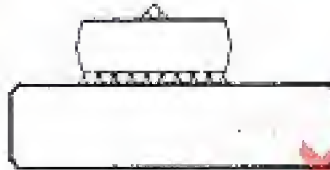


یادگار :













ٹیلے فون

ایکسٹینشن

ٹیلی فیکس نمبر

ای میل

ویب سائٹ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

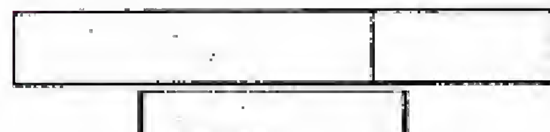
ویب سائٹ ہمدرد لیبارٹریز (وقف)

ویب سائٹ ادارۂ سعید

فیس بک پیج

دفتر ہمدرد نونہال ہمدرد ڈاک خانہ، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰

قرآنی آیات اور احادیث نبوی کا احترام ہم سب پر فرض ہے



اس شمارے میں کیا کیا ہے؟

ادارہ

ننھے لکھنے والے

خوش ذوق نونہال

سید علی بخاری / رضوان قمر

عبدالرحمان

جاوید اقبال

نسرین شاہین

شاعر لکھنوی

اُم عادل

نونہال پڑھنے والے

ادارہ

سلیم فرخی

ادارہ

ادارہ

اپنی کلہاڑی، اپنا پاؤں

محمد طارق

۳۹

ایک شیخی خورے بچے کی کہانی،
جس نے اپنا نقصان خود کیا

تین نصیحتیں

انوار آس محمد

۶۹

ایک نافرمان بیٹے کی عبرت ناک کہانی،
جس نے باپ کی بات نہ مانی

بلاعنوان انعامی کہانی

انور فرہاد

۵۶

اس عجیب وغریب کہانی کا عنوان
بتا کر ایک کتاب حاصل کریں

نونہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی یاد رہنے والی باتیں

دنیا میں جو نعمتیں انسان کو حاصل ہیں، ان میں شاید سب سے بڑی نعمت قناعت ہے۔ جو کچھ بھی کسی کو حاصل ہے، اگر وہ اس پر راضی ہو جائے تو اس کو کوئی پریشانی نہ ہو۔ قناعت کا یہی مطلب ہے کہ آدمی لالچ نہ کرے۔ بات یہ ہے کہ دنیا میں کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ بعض لوگوں کو ہر سہولت اور راحت حاصل ہے۔ ان کے لیے بڑے مکان، عمدہ لباس، آرام دہ سواری، عمدہ کھانے اور روپے پیسے کی کوئی کمی نہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں، جن کو اس سے کم آسانیاں میسر ہیں، لیکن پھر بھی ان کو ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ بعض لوگوں کو اتنی آسانیاں بھی حاصل نہیں ہیں۔ ان کو اپنی ضرورت کی چیزوں کے لیے سخت محنت کرنی پڑتی ہے اور وہ بڑی مشکل سے زندگی کی گاڑی کھینچتے ہیں، لیکن اکثر صورتوں میں یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو سب سے زیادہ آسانیاں حاصل ہیں، وہ سب سے زیادہ غیر مطمئن اور پریشان رہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو دوسری سب نعمتیں تو ملی ہوئی ہیں، لیکن قناعت کی نعمت سے وہ محروم ہیں۔ گویا وہ نعمتوں سے فائدہ نہیں اُٹھا رہے ہیں۔ اگر ان کو اتنی نعمتوں کے بجائے صرف قناعت کی نعمت میسر ہوتی تو وہ زیادہ خوش رہتے۔ خوش رہنے کا راز یہ ہے کہ جو کچھ اور جتنا کچھ حاصل ہے، اس سے زیادہ کا لالچ نہ کیا جائے، بلکہ ان لوگوں کو دیکھا جائے جن کو اتنا بھی میسر نہیں ہے۔ لالچ سے قناعت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک کوشش کرنا اور آگے بڑھنے کے لیے محنت کرنا اچھی بات ہے اور کوشش ضرور کرنی چاہیے، لیکن محنت کے بغیر کڑھنا اور جلنا اچھا نہیں۔ پہلے آدمی کوشش کرے، پھر خواہش کرے۔ اگر اس کی نظر میں کوئی شخص ایسا بھی ہے جس کو محنت اور اہلیت کے بغیر سہولتیں اور راحتیں میسر ہیں، تب بھی اس کو جلنے کے بجائے محنت اور کوشش سے اپنے آپ کو زیادہ اہل اور قابل بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ محنتی اور ماہر آدمی اپنی زندگی بھی اچھی بنا سکتا ہے اور پاکستان کی بھی سچی خدمت کر سکتا ہے اور پاکستان میں دیر سویر ایسے ہی آدمیوں کا بول بالا ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

(ہمدرد نونہال مارچ ۱۹۸۵ء سے لیا گیا)

اس مہینے کا خیال

صلاحیت کی قدر نہ کرنا،

اپنا نقصان کرنا ہے۔

مسعود احمد برکاتی

نونہال دوستو! نئے سال کا تیسرا شمارہ بھی حاضر ہے۔ اہم اور یادگار مہینا ہے۔ یہی تو وہ مہینا ہے جس کی ۲۳ تاریخ کو قرارداد پاکستان پیش اور مقبول ہوئی تھی۔ یہ قرارداد اصل میں ہندستان اور پاکستان کے مسلمانوں کی دیرینہ آرزو کا اظہار تھی، جو وہ غلامی سے نجات کے بعد صحیح معنی میں اپنا آزاد ملک قائم کرنے کے لیے اپنے دلوں میں رکھتے تھے۔ اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے ملک کے بڑے بڑے مسلمان رہنماؤں نے مسلسل جدوجہد کی تھی اور قربانیاں دی تھیں۔ اس جدوجہد میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ظفر علی خاں جیسے پُرخلوص اور پُر جوش رہنما شامل تھے۔

قرارداد پاکستان جو پہلے قرارداد لاہور لکھی اور کہی جاتی تھی۔ قائداعظم کی صدارت میں لاہور کے اجلاس میں ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو یہ قرارداد منظور ہوئی، اسے بنگال (موجودہ بنگلہ دیش) کے مولوی ابوالقاسم فضل الحق نے پیش کیا۔ اس کی تائید چوہدری خلیق الزماں نے کی، سرعبداللہ ہارون، نواب اسماعیل خاں، قاضی محمد عیسیٰ، بیگم مولانا محمد علی جوہر نے اپنی تقریروں میں اس کی حمایت میں پر جوش تقریریں کیں۔ ہم اس بارے میں اپنے جذبات اور معلومات نونہالوں کے سامنے پیش کرتے رہے ہیں اور ان شاء اللہ کرتے رہیں گے۔

اس پاکستان کو ہمیں مشکلات، اختلافات اور پریشانیوں سے بچا کر سکون، امن اور ترقی کی راہ پر چلانا ہے۔ نونہالو! یہ خدمت آپ کریں گے اور پاکستان کو بہت پیارا پاکستان بنائیں گے۔



کہ مشعل کس کے ہاتھ میں ہے۔
مرسلہ : اُسامہ ظفر راجا، جہلم

جو شخص اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہے، اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔
مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

ہر عمل کھوکھلا ہے، جب تک محبت نہ ہو۔
مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

خوب صورتی کی کمی کو اخلاق پورا کر سکتا ہے، مگر اخلاق کی کمی کو خوب صورتی کبھی پورا نہیں کر سکتی۔
مرسلہ : نام پتا نامعلوم

محبت، غور و فکر کی دعوت دیتی ہے۔
مرسلہ : اریبہ انصاری، کراچی

بوجھ اُٹھانے والا گدھا، لوگوں کو ستانے والے انسان سے بہتر ہے۔
مرسلہ : ارسلان اللہ خان، حیدر آباد

دوسروں کو تو معاف کر دیا کرو، لیکن اپنے آپ کو کبھی نہ معاف کیا کرو۔ مرسلہ: عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

انسان کی بے غرض خدمت کرنا انسانیت کی معراج ہے۔
مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

بغیر سوچے سمجھے کسی کی نقل کرنا بے عقلی ہے۔
مرسلہ : شائم عمران، ناظم آباد، کراچی

سچائی کی مشعل جہاں جلتی نظر آئے، اس کی روشنی سے فائدہ اُٹھانا چاہیے اور یہ نہیں دیکھنا چاہیے

مجھے خوشی ہے کہ میں نے قتل کرنے والا کوئی آلہ ایجاد نہیں کیا۔ مرسلہ : سعدیہ گل محمد روشن، کراچی

عمران فائق

دلکش دلکش منظر سارے
اس کی قدرت کے ہیں نظارے

دریا ، سمندر ، پہاڑ بنائے
طرح طرح کے پھول کھلائے

صحرا اس کے ، جنگل اُس کے
دور اُفق پہ بادل اُس کے

چاند اور سورج اُس نے بنائے
تارے فلک پہ خوب سجائے

گرمی ہو یا ہو وہ جاڑا
ہر موسم ہے اس کا پیارا

لب پہ رکھو بس اُس کا نام
ذکر یہی ہو صبح و شام

اُس نے سب کچھ پیدا کیا ہے
وہ ہی تیرا ، میرا خدا ہے

ڈاکٹر سید اسلم

دنیا میں ابتدائی زمانے سے انسان سختی اور جفاکشی کا عادی رہا ہے۔ درختوں کو کاٹنا، گرانا، چیرنا، کنویں کھودنا، شہ سواری اور زراعت وغیرہ اس کے مشغلے رہے ہیں۔ کروڑوں برس سے انسان جس طرح اپنے اعضا سے کام لے رہا ہے، اُن کو یکا یک تبدیل نہیں کیا جاسکتا اور کیا جائے گا تو کہیں نہ کہیں زد پڑے گی، اس لیے ڈربے کی مرغیوں کی طرح زندگی گزارنا خلافِ فطرت ہے۔

ورزش زندگی باقی رکھنے کے لیے اسی طرح ضروری ہے جس طرح ہوا، پانی، غذا اور نیند۔ یہ بات دلچسپی سے پڑھی جائے کہ ایک تن درست آدمی کو ایک ہفتے کے لیے بستر پر لٹا دیا جائے تو اس کی طاقت اس قدر زائل ہو جائے گی کہ اسے اپنی پہلی حالت پر آنے کے لیے تین ہفتے درکار ہوں گے۔ ورزش سے غذا ہضم ہوتی ہے۔ وزن مناسب ہو کر برقرار رہتا ہے۔ اسی وجہ سے ورزشی لوگ خوش خوراک ہونے کے باوجود تن درست رہتے ہیں۔ ورزش دل کو جس قدر قوت پہنچاتی ہے، اس قدر قوت کسی چیز سے نہیں پہنچتی، نہ ڈاکٹر، حکیم کی دواؤں سے اور نہ جرّاح (سرجن) کے نشتر سے، کیوں کہ ورزش سے متبادل رگیں قدرتی طریقے پر حاصل ہوتی ہیں۔

تن درست آدمی کو کسی بھی ورزش سے نقصان نہیں پہنچتا۔ جن مشہور لوگوں نے بڑی عمریں پائی ہیں، مثلاً مولوی عبدالحق، مولانا غلام رسول مہر وغیرہ یہ سب صبح ہوا خوری کے عادی تھے۔ جوش ملیح آبادی صاحب صبح کو اس قدر ورزش کر لیتے تھے کہ

پسینا گرنے لگتا تھا۔ وہ اپنے زمانے کے سب سے طویل العمر شاعر تھے۔

یہ ضروری ہے کہ ہر عمر، موسم اور زمانے میں جسمانی مشقت کی ترغیب اور ترویج کی جائے، کیوں کہ ورزش سے فرحت اور تازگی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ جو لوگ پریشان و مضطرب ہوتے ہیں، ان میں خوش دلی آتی ہے، حوصلہ، اُمید اور اعتماد بڑھتا ہے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ ورزش سے عمر میں اضافہ ہو نہ ہو اس سے زندگی کو توانائی ضرور ملتی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ ورزش سب سے اچھی خواب آور (نیند لانے والی) شے ہے۔

ورزش شروع کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ورزش نہ صرف موزوں ہو، بلکہ اس میں پابندی اور باقاعدگی ہو، قابلِ عمل ہو، بے خطر ہو اور ورزش کرنے کا ضروری سامان موجود ہو۔ موسم، مزاج اور ماحول کو بھی پیشِ نظر رکھا جائے۔ ورزش کے لیے ضروری ہے کہ متحرک ہو، یعنی رفتار اور حرکت ہو اور جسم کے بڑے پٹھوں کا خاطر خواہ استعمال ہو، تا کہ خون کی گردش سے زور اور قوت پیدا ہو۔ یہ ضروری ہے کہ ورزش میں ٹانگیں بھرپور حصہ لیں، کیوں کہ ٹانگوں کے پٹھوں کی حرکت سے خون کی روانی دل کی طرف ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے دورانِ خون میں بازوؤں سے زیادہ اہم ٹانگیں ہیں، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ ایک دل ٹانگوں میں بھی ہے۔

ورزش کو ہمت کے مطابق رفتہ رفتہ اس قدر بڑھایا جائے کہ وہ اچھی معلوم ہو اور چہل قدمی بڑھ کر تیز قدمی ہو جائے۔ ایک گھنٹے میں تین میل کا فاصلہ طے کر لیا جائے۔ دوسری ورزشوں میں سائیکل چلانا، تیراکی، گھڑسواری، باغ بانی، سیڑھیاں

چڑھنا اور ایک جگہ کھڑے دوڑ لگانا شامل ہیں۔ ورزش اس وقت کی جائے جب معدہ خالی ہو اور کھانا کھائے ہوئے کم از کم چار گھنٹے سے زیادہ گزر چکے ہوں۔ بہتر ہے کہ علی الصباح نہار منہ ورزش کی جائے۔ ورزش کے شروع میں ۳۔۴ منٹ تک آہستہ آہستہ اُچھل کر اپنے جسم کو گرم کیا جائے۔ ورزش سے نبض اور سانس کی رفتار دونوں میں تیزی آ جاتی ہے۔ یہ اس بات کا اظہار ہے کہ جسم کا تمام نظام متحرک ہو گیا ہے اور یہ رفتار ورزش ختم کرنے کے تین منٹ بعد اپنی اصلی حالت پر آ جانا چاہیے۔ ورزش جب ختم کے قریب ہو تو اس کو ایک دم ختم نہیں کر دیں، بلکہ کچھ وقت جسم کو ٹھنڈا ہونے کے لیے بھی دیں، تاکہ جسم یکا یک حرکت سے سکون میں نہ آ جائے۔

ورزش ہفتے میں کم سے کم تین دفعہ اور زیادہ سے زیادہ چھے دفعہ کی جائے۔ اگر ورزش زوردار ہو تو پندرہ منٹ، اگر آرام سے کی جائے تو ایک گھنٹے تک ہونا چاہیے، یعنی چہل قدمی تین میل فی گھنٹے کی رفتار سے ایک گھنٹے تک، تیز قدمی جس میں ہلکی دوڑ لگائی جائے، بیس منٹ اور سخت اور زوردار دوڑ جس میں پسینا آ جائے، سانس چڑھ جائے، دل کی رفتار تیز ہو جائے یا ہلکی سی تھکن ہو جائے ۸ سے ۱۲ منٹ کی جائے۔ وقت ہو تو چہل قدمی، جو تیز رفتاری سے کی جائے، سب سے اچھی ورزش ہے، لیکن سب سے مناسب، قابل عمل اور سستی ورزش یہ ہے کہ گھر کے کسی گوشے میں کھڑے کھڑے سائیکل چلائیں یا ایک جگہ کھڑے ہو کر دوڑ لگائیں، یعنی ایک مقام پر کھڑے ہو کر اُچھلیں، کودیں۔

☆ بچوں میں شروع ہی سے ورزش کی عادت ڈالنی چاہیے۔

مسعود احمد برکاتی

وہ ہر جمعرات کو آتا اور قانیہ اس کو ایک روپیہ دے دیتی۔ مانگنے والے تو روز ہی آتے ہیں۔ صدا دیتے ہیں۔ طرح طرح کی آوازیں نکالتے ہیں۔ اللہ رسول کا نام لیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا واسطہ دیتے ہیں۔ فاقوں کی داستان سناتے ہیں، لیکن وہ ان سب سے الگ تھا۔ کم بولتا تھا اور بس ایک آواز نکالتا تھا: ''اللہ خوش رکھے۔''

وہ دوسرے فقیروں کی طرح پچھلی گلی میں بھی نہیں آتا تھا، بلکہ سامنے کے دروازے پر آتا اور درد بھرے لہجے میں اللہ خوش رکھے کہہ کر خاموش کھڑا ہو جاتا۔ قانیہ نے اس کو پہلی بار دیکھا تو وہ ایک مظلوم سا انسان نظر آیا۔ قانیہ نے ایک روپیہ لا کر اس کو دے دیا۔ بس اس روز سے یہ دستور ہو گیا کہ وہ ہر جمعرات کو آتا، صدا لگاتا، قانیہ جلدی سے روپیہ لا کر دیتی اور وہ ایک بار پھر اللہ خوش رکھے کہہ کر چلا جاتا۔ وہ کسی دروازے پر زیادہ دیر نہیں رُکتا۔ اگر تھوڑی دیر تک کوئی نہیں آتا تو وہ چپ چاپ آگے بڑھ جاتا۔

ایک دن قانیہ کی بڑی بہن ناہید نے کہا: ''قانیہ! اس فقیر میں کیا خاص بات ہے کہ تم اس کو ہر جمعرات کو ایک روپیہ دیتی ہو۔ کسی دوسرے کو دیتی بھی ہو تو صرف ۲۵ پیسے۔''

ان کے ابو بھی سن رہے تھے۔

انھوں نے کہا: ''بھئی، ہماری بیٹی کی طبیعت میں ہمدردی ہے۔ وہ تو ہر ایک کے ساتھ ہمدردی کرتی ہے۔ کسی کو پریشان نہیں دیکھ سکتی۔''

ناہید نے کہا: ''ابو! میں تو یہ کہہ رہی ہوں کہ قانیہ دوسرے مانگنے والوں کو تو پچیس پیسے پر ٹرخا دیتی ہے، لیکن جمعراتی کو ایک رُپیہ دیتی ہے اور وہ بھی ہر ہفتے۔''

ابو نے پوچھا: ''کون جمعراتی؟''

ناہید نے اس فقیر کا پورا حال بتایا تو ابو بولے: ''بات یہ ہے کہ کسی کو دیکھ کر انسان کے دل میں ہمدردی کا جذبہ زیادہ بیدار ہوتا ہے اور کسی کو دیکھ کر کم یا بالکل نہیں۔ قانیہ کو اس شخص سے زیادہ ہمدردی ہوگئی ہے۔''

ابو کی بات صحیح تھی۔ قانیہ کے دل میں درد تھا۔ وہ کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتی تھی اور فوراً اس کی مدد کو تیار ہو جاتی تھی۔ اس نے کہا: ''دیکھیے ابو! باجی نے اس آدمی کو کتنا بُرا نام دیا ہے، جمعراتی۔''

ناہید نے تڑخ کر جواب دیا: ''تو کیا میں اس کو نواب صاحب کہوں! وہ جمعرات کو آتا ہے، اس لیے میں نے جمعراتی نام رکھ دیا۔ کون سی توہین ہوگئی۔''

ابو نے دونوں کو سمجھایا کہ بحث نہیں کرتے۔ ایک دوسرے کی بات کو سمجھنا اور غور کرنا چاہیے۔ بحث میں ضد ہو جاتی ہے اور صحیح بات بھی غلط معلوم ہوتی ہے۔ چلو آؤ کھانا کھالو، تمھاری امی بلا رہی ہیں۔''

چند دن بعد قانیہ کے ابو کو تجارتی دورے پر ہانگ کانگ جانا پڑا۔ وہ خوش وخرم سب سے مل کر روانہ ہوئے تھے، لیکن چند گھنٹوں بعد ریڈیو نے یہ افسوس ناک خبر دی کہ کراچی سے ہانگ کانگ جانے والا جہاز حادثے سے دوچار ہوگیا۔ تمام مسافر ہلاک ہوگئے۔

قیامت ٹوٹ پڑی۔ سب سے زیادہ کم زور دل قانیہ ہی کا تھا۔ اس نے روتے روتے بُرا حال کرلیا۔ کئی دن کے بعد کچھ صبر آیا۔

اگلی جمعرات کو صبح معمول کے مطابق جمعراتی کی آواز آئی: ''اللہ خوش رکھے۔''

قانیہ مرے دل سے اٹھی۔ الماری کھولی۔ پرس نکالا اور ایک روپیہ لے کر دروازے

پر پہنچی: ''لو چاچا! آج آخری بار دے رہی ہوں۔''

''کیوں بیٹی! اللہ خوش رکھے، کیا بات ہوئی؟''

قانیہ کا دل بھر آیا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ بڑی مشکل سے اس نے بتایا کہ میرے ابو ہوائی جہاز کے حادثے میں ختم ہو گئے۔ اب ہمارا کون ہے۔ معلوم نہیں کیسے کام چلے گا۔''

چاچا نے قانیہ کی باتیں بڑی توجہ سے سنیں۔ ایک آہ بھری اور تھوڑی دیر خاموش کھڑا رہا، پھر ''اللہ بڑا بادشاہ ہے'' کہتا ہوا چلا گیا۔

مغرب کے بعد دروازے پر پھر آواز آئی: ''اللہ خوش رکھے۔''

پہلے تو قانیہ کو یقین نہیں آیا کہ چاچا اس وقت کہاں؟ وہ تو صبح ہی آتے ہیں۔ پھر وہ آج ہی تو آئے تھے۔ ایک دن میں دو بار تو کبھی نہیں آئے۔ یہ سوچ رہی تھی کہ دوبارہ اللہ خوش رکھے کی آواز آئی۔ اب قانیہ نے سوچا کہ ضرور کوئی شریر لڑکا چاچا کی آواز بنا رہا ہے، ورنہ چاچا نے تو کبھی ایک صدا سے دوسری صدا نہیں دی۔ پھر بھی حیرت اور جستجو اس کو دروازے پر لے گئی۔ اس کی حیرت اور بڑھ گئی۔ کوئی شریر لڑکا نہیں تھا، خود چاچا ہی تھا۔ وہ قانیہ کو دیکھ کر بولا: ''بیٹی! کوئی کسی کو نہیں دیتا، دولت کسی کی ہو کر نہیں رہتی۔ آج اِس کے پاس، کل اُس کے پاس۔ دل غریبوں کے پاس بھی ہوتا ہے۔ اللہ خوش رکھے۔''

یہ کہہ کر چاچا نے ایک پوٹلی جیب سے نکالی اور قانیہ کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس سے پہلے کہ قانیہ کچھ سمجھ سکتی۔ وہ تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا دور نکل گیا۔ قانیہ نے دیکھا پوٹلی میں نوٹوں کی گڈیاں بھری ہوئی تھیں۔ ☆

(یہ کہانی پہلے ۱۹۸۶ء میں چھپی تھی)



ضیاء الحسن ضیا

روشنی چار سمت پھیلائیں
ہم اندھیروں میں چاند بن جائیں
لوگ سیراب ہوں اُجالے سے
اپنی کرنیں جہاں پہ برسائیں
دور کردیں خزاں کے ظلم و ستم
گلستاں میں بہار لے آئیں
خار زاروں میں خوشبوئیں بھر دیں
سارے مُردہ دلوں کو مہکائیں
ساری دنیا وطن ہمارا ہے
کیوں نہ اپنے خدا کے گُن گائیں
ہمیں اسلام جاں سے پیارا ہے
آؤ قرآں سے رہبری پائیں
متحد کردیں سارے لوگوں کو
پرچم اتحاد لہرائیں
دے کے اُلفت کا درس سب کو ضیاؔ
نفرتوں کی فصیل کو ڈھائیں

وقار محسن

اس دنیا میں ہر آدمی سکون کی تلاش میں ہے۔ کوئی جنگل بیابان کا رُخ کرتا ہے، کوئی نیند کی گولیوں کا سہارا لیتا ہے۔ کوئی موسیقی میں سکون تلاش کرتا ہے، کوئی قدرتی مناظر میں سکون ڈھونڈتا ہے۔ کریم بخش بھی سکون کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا۔ وہ گھر میں بیوی بچوں کے شور غل سے جب بہت عاجز آجاتا تو ندی کے پُل پر جا کر بیٹھ جاتا اور گھنٹوں لہروں کو تکتا رہتا۔ ایک دن انھوں نے پیش امام تبارک علی سے اپنی تکلیف بیان کی اور مشورہ مانگا۔ تبارک علی نے کہا: ''میاں! سنا ہے، پڑوس کے گاؤں کیسر گنج میں ایک تجربہ کار حکیم ہیں، جو ''حکیم پُر سکون'' کے نام سے مشہور ہیں، ان سے مشورہ کرلو۔ اگلے دن کریم بخش اپنے گدھے پر سوار ہو کر حکیم صاحب کے مطب پہنچ گئے۔ حکیم صاحب گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے سکون سے خراٹے لے رہے تھے۔ کریم بخش کے کھانسنے کی آواز سے چونک کر آنکھیں کھولیں اور اسی انداز میں لیٹے لیٹے اس کی نبض دیکھ کر بولے:

''سکون چاہیے؟''

''جی سرکار!'' کریم بخش نے کہا۔

''کتنا؟''

''جی جی...... بہت سا...... یعنی مکمل۔''

''تو پھر چار لوگوں کو لے کر آؤ۔''

''وہ کیوں جناب؟''

''بھئی مکمل سکون تو نہر کے پُل پار والے قبرستان میں ہی مل سکتا ہے۔''

''نہیں جی! اتنا نہیں، بس میں گھر میں بیوی بچوں کے غل غپاڑے سے پریشان ہوں۔ ایک منٹ سکون سے نہیں گزرتا۔''

''گھر میں مرغا ہے؟'' حکیم صاحب نے پوچھا۔

''نہیں، مگر کیوں؟'' کریم بخش نے اس بے تکے سوال کو سن کر کہا۔

''آج ہی لے لو اور بس اب بھاگ جاؤ۔'' اتنا کہہ کر حکیم صاحب پھر خراٹے لینے لگے۔

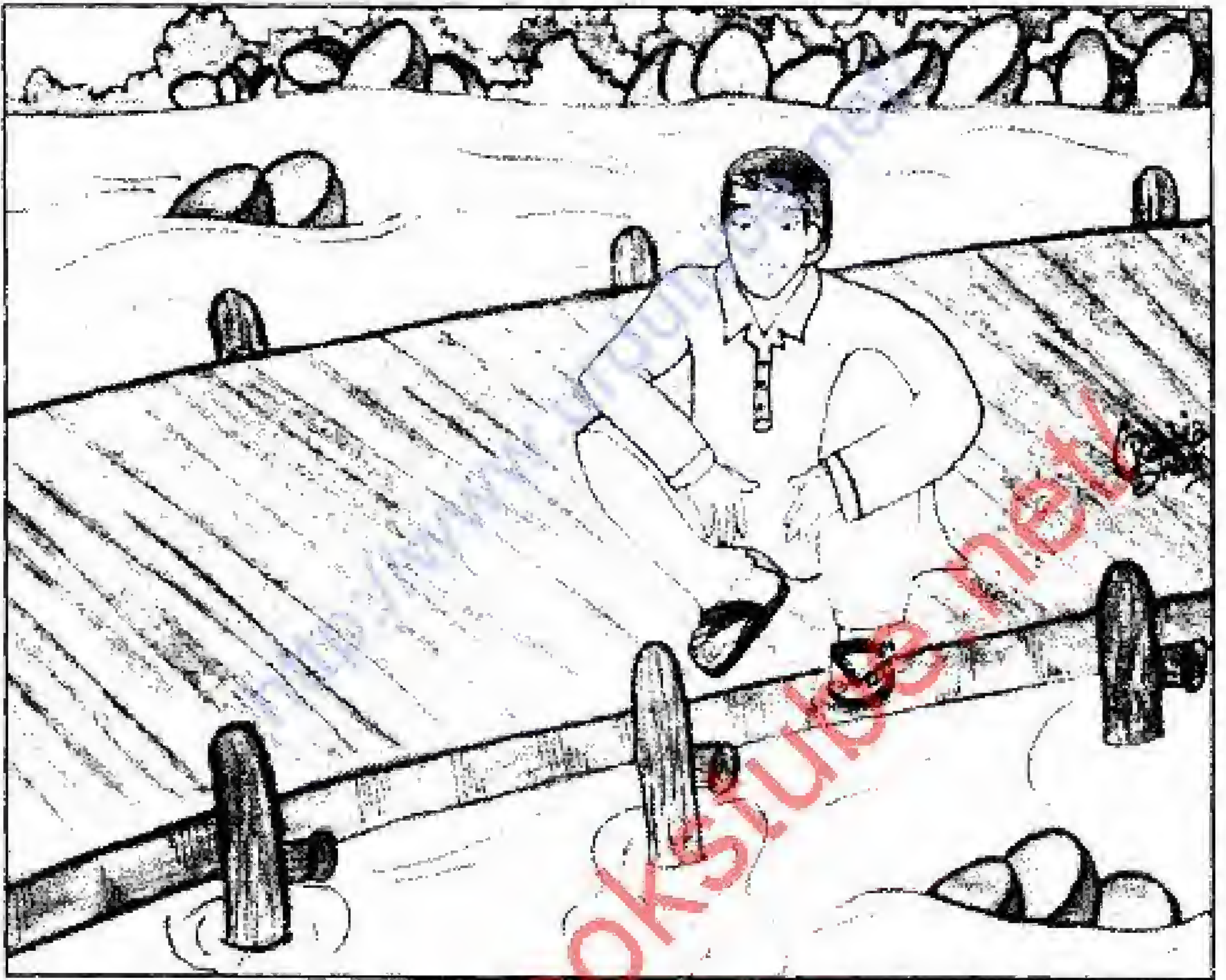
کریم بخش نے واپسی پر منڈی سے ایک مرغا خرید لیا۔ بچے تو مرغا دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کے ساتھ کھیلنے میں اور زیادہ شور کرنے لگے۔ دو دن میں مرغے نے وقت بے وقت اذان دے کر کریم بخش کو عاجز کر دیا۔ وہ پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچا اور ساری روداد سنائی۔

حکیم صاحب نے اونگھتے ہوئے پوچھا: ''گھر میں کتا ہے؟''

''نہیں، کیوں؟'' کریم بخش نے حیرت سے پوچھا۔

''جاؤ آج ہی بندوبست کرو کتے کا۔'' اتنا کہہ کر حکیم صاحب سکون سے چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔

غریب کریم بخش نے سلیمان پہلوان سے ایک کتا خریدا اور گھر چل دیا۔ بچے کتا دیکھ کر اور خوش ہوئے۔ اب کتا اور مرغا دونوں مل کر شور مچاتے۔ گھر میں طوفان برپا رہتا۔ کریم بخش کا رہا سہا سکون بھی غارت ہوگیا۔ بے چارہ پھر حکیم صاحب کے پاس حاضر ہوا اور رو رو کر اپنی بپتا سنائی۔



حکیم صاحب انگڑائی لے کر بولے: ''گھر میں گدھا ہے؟''

کریم بخش کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا: ''حکیم صاحب میرے علاوہ کوئی نہیں۔''

''جاؤ آج ہی ایک تندرست گدھے کا انتظام کرو۔''

کریم بخش نے بھولو دھوبی سے ایک گدھا خرید لیا۔ اب رات کو مرغے، کتے اور گدھے نے جو غل مچانا شروع کیا تو محلے والے اکٹھے ہو گئے اور کہا: ''کریم بخش! تم نے اپنے ساتھ ساتھ ہمارا سکون بھی غارت کر دیا..... فوراً ان جانوروں کو یہاں سے نکالو۔''

کریم بخش پھر حکیم صاحب کے پاس پہنچے اور روداد سنائی۔

''گدھا واپس کردو۔'' حکیم صاحب نے حکم دیا اور کروٹ لے کر خراٹے لینے لگے۔

کریم بخش نے واپس آ کر آدھی قیمت پر گدھا بھولو کو واپس کر دیا۔ گدھے کے جانے سے اگلے دن اس کو کافی اچھی نیند آئی اور کچھ سکون میسر آیا۔ اگلے دن اس نے حکیم صاحب کو یہ خوش خبری سنائی۔

''کتے سے بھی پیچھا چھڑاؤ۔'' حکیم صاحب خمیرہ گھوٹتے ہوئے بولے۔

''نہیں حکیم صاحب! بچے کتے سے مانوس ہو گئے ہیں۔ مجھے بھی کھیت پر اس کی موجودگی سے آرام ہے۔''

''کہہ جو دیا کتے سے پیچھا چھڑالو۔'' حکیم صاحب زور دے کر بولے۔

کتے کے جانے کے بعد کریم بخش کو سناٹا سا محسوس ہونے لگا۔ سکون کچھ زیادہ ہو گیا تھا۔ اس نے صورت حال حکیم صاحب کو جا کر سنائی۔

''مرغے کو بھی حلال کر ڈالو۔'' حکیم صاحب نے مشورہ دیا۔

اب تو کریم بخش سے برداشت نہیں ہوا اور وہ چیخا:

''حکیم صاحب یہ نہیں ہو سکتا۔ مرغے سے گھر میں سب محبت کرتے ہیں۔ جس دن وہ اذان نہیں دیتا، لگتا ہے دن ہی نہیں نکلا۔''

''ابھی تمھارا علاج مکمل نہیں ہوا۔ جیسا ہم کہتے ہیں ویسا کرو۔ مرغے کا جانا ضروری ہے۔'' حکیم صاحب نے سختی سے کہا۔

مرتا کیا نا کرتا۔ بے چارے کریم بخش نے مرغے سے بھی پیچھا چھڑا لیا۔ اب اس کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے گھر میں کوئی ہے ہی نہیں۔ گھر کی خاموشی سے اس کو



وحشت ہونے لگی۔ اس نے سوچا کہ اب علاج ختم ہو گیا، آخری بار حکیم صاحب سے مل لے۔ اس بار حکیم صاحب بہت تر و تازہ سفید شیروانی اور مخمل کی سیاہ ٹوپی سر پر سجائے بہت خوش خوش چاندنی پر بیٹھے تھے۔ جب کریم بخش نے گھر کے پُر سکون حالات سے آگاہ کیا تو حکیم صاحب نے مسکرا کر کہا: ''اب تم ایک آخری کام اور کراو...... وہ یہ ہے کہ بیوی کو بچوں کے ساتھ میکے بھیج دو۔ ان سے بھی پیچھا چھڑاؤ۔''

یہ سن کر تو کریم بخش غصے کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے چیخ کر کہا: ''حکیم صاحب!! اب تک میں آپ کے لحاظ میں کچھ نہیں بولا۔ اب آپ نے بے تکے مشوروں کی حد کر دی۔ میں ہرگز اپنے بیوی بچوں کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ سارا سکون





اور خوشیاں ان ہی کے دم سے تو ہیں۔ اگر ایک دن کے لیے بیوی بچے چلے جاتے ہیں تو مجھے گھر کی خاموشی کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ اب میرے گھر میں مکمل سکون ہے۔ اب میں آپ کے کسی مشورہ پر عمل نہیں کروں گا۔''

یہ سن کر حکیم صاحب نے کریم بخش کو اپنے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ پھر اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیر کر کہا: ''کریم بخش! میری یہ تمام باتیں تمھارے علاج کا حصہ تھیں۔ تمھیں اس حقیقت کا احساس ہی نہیں تھا کہ سکون انسان کے اندر ہوتا ہے۔ جو انسان اپنے اندر سکون تلاش کرتا ہے، وہی زندگی میں کام یاب اور مطمئن رہتا ہے۔ جاؤ، اب اپنے بچوں کے ساتھ سکون و آرام سے زندگی بسر کرو۔'' ☆

سمعیہ غفار



''پوسٹ مین آیا ہے حسن! جا کر دیکھو تو ہمارے ابا کا کوئی خط تو نہیں آیا ہے۔'' پوسٹ مین کی آواز سنتے ہی میمونہ نے اپنے بیٹے حسن کے ہاتھ سے لٹو لیتے ہوئے کہا۔

''امی! پوسٹ مین آیا تو ہے، لیکن ابرار انکل کے گھر۔ اگر ہمارے گھر آتا تو ہمارا دروازہ بجاتا۔'' حسن نے جھلا کر کہا۔

''امی! ابا ہمیں خط کیوں نہیں لکھتے! کیا وہ ہمیں بھول گئے ہیں؟'' گڑیا نے معصومیت سے سوال کیا۔ گڑیا، حسن سے دو سال چھوٹی تھی۔

''نہیں بیٹا! ایسی بات نہیں ہے۔ ان پر کام کا بوجھ بہت زیادہ ہوگا، پھر نئی جگہ کو سمجھنے میں بھی تو وقت لگتا ہے۔'' میمونہ نے گڑیا کو بہلانے کی کوشش کی۔

''امی! آپ فکر نہ کریں میں بڑا ہو کر ابا کے کام کا بوجھ کم کر دوں گا اور ان کا ہاتھ بٹاؤں گا۔'' حسن نے ماں کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کو دیکھ کر کہا۔



صبح سب اپنے اپنے کاموں میں لگ گئے۔ دونوں بچے اسکول جانے کی تیاری کر رہے تھے اور میمونہ ان کے لیے ناشتا بنا رہی تھی۔ گڑیا نے کہا: ''امی! ٹیچر نے فیس مانگی ہے۔''

''اور میری بھی۔'' حسن نے بھی کہا۔

''ہاں ہاں مل جائے گی تم فکر نہ کرو۔'' میمونہ نے کہہ تو دیا، لیکن سوچ میں



پڑ گئی کہ فیس کے پیسے کہاں سے آئیں گے؟

دو پہر کے وقت دونوں بچے اسکول سے گھر واپس آئے اور کپڑے بدل کر کھانا کھانے بیٹھے تو میمونہ سوچنے لگی کہ اب وہ فیس کی کوئی بات ضرور کریں گے۔ اسی وقت پوسٹ مین نے آواز لگاتے ہوئے دروازے پر دستک دی۔

حسن نے دروازہ کھولا اور پوسٹ مین کو سلام کیا۔

''وعلیکم السلام بیٹا! مبارک ہو منور صاحب کا منی آرڈر آیا ہے۔ جلدی سے اپنی امی کو بلالو، دستخط کروانے ہیں۔ پوسٹ مین نے کہا۔

''منی آرڈر؟ ابا کا؟ امی جلدی آئیں، ابا نے منی آرڈر بھیجا ہے۔'' حسن نے وہیں سے چلانا شروع کر دیا۔

''یہ لیجیے بہن! یہاں دستخط کر دیجیے۔ پوسٹ مین نے دستخط کروا کے پیسے اور خط میمونہ کے حوالے کیا اور چلا گیا۔

''حسن بیٹا! ذرا یہ خط تو پڑھ کر بتاؤ کہ کیا لکھا ہے؟'' میمونہ نے خط حسن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''اس میں لکھا ہے کہ میں یہاں خیریت سے پہنچ گیا ہوں۔ کام سمجھنے میں اتنا وقت لگ گیا، اس لیے چٹھی اور پیسے نہیں بھیج پایا۔ اب ہر مہینے باقاعدگی سے تمھیں پیسے مل جایا کریں گے۔ حسن اور گڑیا کو خوب پڑھانا لکھانا اور ان کا بہت خیال رکھنا۔ کسی چیز کی کمی نہ ہونے دینا اور پریشان بالکل بھی مت ہونا۔ گڑیا کے لیے ابھی سے جہیز جوڑنا شروع کر دو۔ بہت دھوم دھام سے اس کی شادی کرنا۔ ابھی کام نیا نیا ہے، اس لیے آنے کی اجازت نہیں ملے گی۔'' حسن نے اٹک اٹک کر میمونہ کو پورا خط پڑھ

کر سنایا۔ بچے اور میمونہ بہت خوش تھے، کیوں کہ ہر مہینے باقاعدگی سے خط اور منی آرڈر مل جاتا تھا، جس سے گھر کا خرچ اچھی طرح چلنے لگا۔ اسی طرح سال پر سال گزرتے چلے گئے، لیکن منور صاحب ایک بار بھی گھر نہیں آئے۔ میمونہ کے بال سفید ہو گئے۔ اور حسن اور گڑیا دونوں جوان ہو گئے۔ حسن اعلا تعلیم کے لیے باہر جانا چاہتا تھا اور تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔

''امی! میری ساری تیاری مکمل ہو گئی ہے۔ تمام سامان، کاغذات اور ابا کا پتا سنبھال کر رکھ لیا ہے۔ جب وہاں جاؤں گا تو ابا مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوں گے۔ میں انھیں چونکا دینا چاہتا ہوں۔ میں ابا کے پاس جا کر ان کی آپ سے بات بھی کراؤں گا۔ آپ انتظار کیجیے گا۔ اچھا امی میں اب چلتا ہوں اپنا اور گڑیا کا خیال رکھیے گا۔ اور گڑیا تم دل لگا کر پڑھائی کرنا اور امی کا خیال رکھنا۔'' حسن ماں اور بہن سے مل کر ائرپورٹ کے لیے روانہ ہو گیا۔

کئی گھنٹے کے سفر کے بعد آخر وہ منزل پر پہنچ گیا۔ اس نے سب سے پہلے اپنی امی کو فون کر کے اپنے پہنچنے کی اطلاع دی، پھر ٹیکسی روک کر کاغذ پر لکھے پتے پر چلنے کو کہا۔ تھوڑی دیر میں وہ مطلوبہ مقام پر پہنچ گیا۔ حسن نے ٹیکسی سے اُتر کر اِردگرد کا جائزہ لیا اور دروازے کے پاس لگی گھنٹی کی جانب ہاتھ بڑھا دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بوڑھا شخص دروازے پر آیا جو شکل وصورت سے پاکستانی معلوم ہوتا تھا۔

''میرا نام حسن ہے۔ مجھے منور صاحب سے ملنا ہے، میں ان کا بیٹا ہوں۔'' حسن نے سلام کرتے ہوئے اپنا تعارف کروایا۔

حسن بیٹا! اندر آؤ۔ ماشاء اللہ کتنے بڑے ہو گئے ہو اور سب ٹھیک تو ہے نا؟

میرا نام رضوان ہے۔'' اس شخص نے اس طرح اپنی بانہیں حسن کے گلے میں ڈالیں جیسے وہ اسے کئی سالوں سے جانتا ہو۔

''رضوان صاحب! ابا کہاں ہیں؟'' حسن نے گھر میں داخل ہوتے ہی اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ابھی تو تم آرام کرو شام کو بات کریں گے۔'' رضوان صاحب نے حسن کو ایک شان دار کمرے میں لے جا کر کہا۔

شام کو حسن نے رضوان صاحب سے پھر اپنے ابا سے متعلق سوال کیا۔ اس پر رضوان صاحب نے ٹھنڈی آہ بھری اور کہنا شروع کیا: ''آج سے برسوں پہلے میں اپنے اکلوتے بیٹے کے بہتر مستقبل کے لیے پاکستان سے یہاں آیا تھا۔ میں نے چھوٹے سے کاروبار سے ابتدا کی، جس میں اللہ نے مجھے برکت دی اور میں ترقی کرتا چلا گیا۔ میں ہر مہینے اپنے گھر معقول رقم بھیجنے لگا۔ چھے مہینے اسی طرح گزر گئے۔ ایک روز حسبِ معمول میں کام پر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ ٹیلے فون کی گھنٹی بجی۔ مجھے پہلے ہی دیر ہو چکی تھی۔ میں نے ریسیور کان سے لگایا۔ پتا چلا کہ میری بیوی اور میرا بیٹا ٹریفک حادثے کا شکار ہو گئے ہیں اور اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ یہ خبر مجھ پر بجلی بن کر گری۔ میں نے گاڑی نکالی اور ائر پورٹ کی طرف روانہ ہوا۔ گاڑی کی رفتار بہت تیز تھی۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میرا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک آدمی گاڑی کے سامنے آ گیا۔ میں اسے بچا نہ سکا اور وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس کا دوست بھی ساتھ تھا، وہ مجھے پولیس اسٹیشن لے گیا۔ کئی روز قانونی کارروائی میں لگ گئے اور میں پاکستان جا کر اپنی بیوی اور بیٹے کا آخری دیدار تک نہ کر سکا۔

اس واقعے کے بعد میں پھر کبھی پاکستان نہیں گیا، دل ہی نہیں چاہا۔ اب میں تمھیں کیسے بتاؤں کہ وہ مرنے والا تمھارا باپ تھا۔ میں نے انھیں اپنا رشتے دار ظاہر کر کے ان کی تدفین یہیں کر دی۔''

حسن کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔ رضوان صاحب نے اسے سینے سے لگا کر تسلی دی اور کہا: ''تمھارے والد کے دوست نے مجھے ان کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا کہ منور اپنے گھر کا واحد سہارا اور کفیل تھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ منور کے گھر والوں کو اس کی موت کی خبر مت دینا، ورنہ وہ لوگ جیتے جی مر جائیں گے۔ اس نے میری بات مان لی اور ایسا ہی کیا۔'' رضوان صاحب کہتے کہتے رک گئے۔

''تو پھر وہ منی آرڈر اور خط؟'' حسن نے پوچھا۔

''میں اپنی بیوی اور بیٹے کے لیے یہاں آیا تھا۔ آج میرے پاس دولت تو بہت ہے، لیکن اسے خرچ کرنے والے نہیں رہے، اسی لیے میں نے فیصلہ کیا کہ میں منور کے روپ میں تمام گھریلو اخراجات کے ساتھ ساتھ تم دونوں کی تعلیم کا خرچ بھی اُٹھاؤں گا، تاکہ تمھارا مستقبل سنور جائے۔ میں تمھارے والد کو تو نہیں بچا سکا، لیکن ان کے مقصد کو فوت ہونے سے ضرور بچا لیا۔ بیٹا! میں تم لوگوں کا مجرم ہوں۔ تم لوگ مجھے جو سزا دینا چاہو، مجھے منظور ہے۔ اگر کبھی میں پاکستان گیا تو میمونہ بہن سے معافی مانگوں گا۔'' رضوان صاحب نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

حسن دیر تک روتا رہا۔ دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو اس نے کہا: ''رضوان صاحب! ابا جتنا عرصہ ہمارے ساتھ رہے، ہمیں ہمیشہ اچھی اور نیکی کی باتیں بتاتے رہے۔ ہر انسان کو کبھی نہ کبھی دنیا سے جانا ہی ہوتا ہے۔ ابا اب واپس نہیں آئیں گے

آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ ایک لحاظ سے آپ نے ہمارے ساتھ نیکی کی ہے۔ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہمیں والد کی کمی محسوس نہ ہونے دی اور ہمیں کوئی تکلیف بھی نہ ہونے دی۔ امی کے سامنے ابا کی موت کا ذکر مت کیجیے گا۔ شاید وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر پائیں۔ رضوان صاحب! اب آپ کو ہمارے گھر پیسے بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بڑا ہو گیا ہوں اور اپنا گھر چلا سکتا ہوں۔ میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ نوکری بھی کروں گا۔ اور اپنی ماں کو خود رقم بھیجوں گا۔ حسن نے کہا۔

''بیٹا! اگر تم چاہو تو میرے پاس کام کر سکتے ہو۔ مجھے خوشی ہوگی کہ میرا بیٹا میرے پاس ہے۔ میرا سب کچھ اب تمھارا ہی ہے۔'' رضوان صاحب نے حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

حسن پڑھائی کے ساتھ ساتھ رضوان صاحب کی کمپنی میں کام کرنے لگا۔ اکثر ماں اور بہن سے فون پر باتیں کرتا اور انھیں والد کے متعلق تسلیاں بھی دیتا، اسی طرح حسن کو وہاں ایک مہینا گزر گیا۔

ادھر پوسٹ مین نے میمونہ کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔

''کون ہے؟'' گڑیا نے پوچھا۔

''پوسٹ مین بیٹا! منی آرڈر کی رقم وصول کر لو۔''

گڑیا نے دستخط کر کے منی آرڈر لیا اور ماں کے حوالے کر دیا۔

''بیٹا! یہ خط تو پڑھ کر سناؤ کہ تمھارے ابا نے اس بار نہ آنے کا کیا بہانہ لکھا ہے؟ میمونہ نے خط گڑیا کی طرف بڑھاتے ہوئے کمزور آواز میں کہا۔

''امی! اس میں لکھا ہے کہ حسن میرے پاس پہنچ گیا ہے۔ بہت بڑا ہو گیا ہے

اسے اچانک یہاں دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ۔ تم اس کی فکر بالکل مت کرنا، بس اپنا اور گڑیا کا خیال رکھنا اور ہاں اچھا سا لڑکا دیکھ کر گڑیا کی شادی کر دینا میرا انتظار مت کرنا۔ فی الحال میرا آنا بہت مشکل ہے، لیکن حسن آتا جاتا رہے گا۔ جو کام ہو اس سے کہہ دینا اور پریشان بالکل مت ہونا۔"

گڑیا نے خط پڑھ کر میمونہ کو دیا میمونہ نے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھے اور خط سنبھال کر صندوق میں رکھ دیا۔



یومِ پاکستان

شمس القمر عاکف

عزم و استقلال بڑھانے آتا ہے
یہ دن اک پیغام سنانے آتا ہے

آپ کا ماضی ، کیا رخشندہ ماضی ہے!
آپ کو قصہ یاد دلانے آتا ہے

ہمت ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے
جذبوں کو یہ دن گرمانے آتا ہے

آتا ہے ہر سال بہار کے موسم میں
من آنگن میں پھول کھلانے آتا ہے

اس دن کی تاریخ پڑھو ، اس کو سمجھو
ایسا دن تقدیر بنانے آتا ہے

یومِ پاکستان ہے ، یومِ بیداری
جو سوتے ہیں انھیں جگانے آتا ہے




تاریخی، دینی اور معلوماتی کتابیں

اُمّت کی مائیں

اس کتاب میں ان قابلِ احترام خواتین کی زندگی کے حالات بیان کیے گئے ہیں جن کو اپنی زندگیوں کا بڑا حصہ حضور ﷺ کے سایۂ رحمت میں گزارنے کی یہ سعادت حاصل ہوئی کہ یہ اُمت کی مائیں کہلائیں۔ یہ سعادت ان کو کیسے حاصل ہوئی؟ یہ جاننے کے لیے جناب حسین حسنی کی یہ کتاب ضرور پڑھیے۔ اُمّت کی ماؤں کی زندگیاں صبر و رضا، ایثار اور ثابت قدمی کے قابلِ تقلید نمونے ہیں اور خاص طور پر مسلمان بچیوں اور خواتین کے لیے سبق آموز ہیں۔

صفحات ۸۸ قیمت: ۴۰ روپے

قرآنی کہانی

حضرت یوسف علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بعض انبیا علیہم السلام کے سچے واقعات بیان کیے ہیں، تاکہ ہم ان سے رہنمائی اور سبق حاصل کر سکیں۔ ایسا ہی ایک قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے جو قرآن پاک کے خاص قصوں میں سے ایک ہے اور بہت دل چسپ ہے۔

یہ قصہ پروفیسر نصیر احمد چیمہ نے قرآنی کہانی کے طور پر نہایت آسان اور دلچسپ زبان میں بیان کر دیا ہے تاکہ آسانی سے پڑھا جائے۔

خوب صورت رنگین ٹائٹل، صفحات ۳۲ قیمت ۳۰ روپے

ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد۔۳، کراچی

توبہ کی تلقین

مرسلہ: تحریم خان، نارتھ کراچی

حضرت ابو درداؓ ایک انصاری صحابی تھے۔ اسلام لانے سے پہلے تجارت کرتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد سارا وقت علم حاصل کرنے میں لگا دیا، یہاں تک کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو معلم بنا کر دمشق بھیجا۔ وہاں ایک بار حضرت ابو درداؓ شہر کے بازار سے گزر رہے تھے تو دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو مار رہے ہیں۔ انھوں نے اس کا سبب پوچھا تو مارنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ اس شخص سے ایک گناہِ کبیرہ سرزد ہوا ہے، اس لیے سب مل کر اس کی پٹائی کر رہے ہیں۔

حضرت ابو درداؓ نے مجمع سے پوچھا: ''اگر کوئی شخص کنویں میں گر جائے تو کیا کرو گے؟ کیا اسے کنویں سے باہر نہ نکالو گے؟''

سب نے کہا: ''بے شک!''

حضرت ابو درداؓ نے فرمایا: ''تو پھر اس شخص کی توہین نہ کرو، اس کے بجائے اسے غلطی اور آخرت میں اس کی سزا کا احساس دلاؤ۔ اس کے عمل سے مجھے نفرت ہے، خود اس سے نہیں۔ یہ توبہ کر لے تو بہرحال میرا دینی بھائی ہے۔''

اس گنہگار شخص کو اپنے فعل پر ندامت ہوئی۔ وہ رو پڑا اور سب کے سامنے توبہ کر لی۔

شیخ سعدیؒ

مرسلہ: ارسلان اللہ خان، حیدرآباد

شیخ سعدیؒ ایک صوفی، ایک عالم،

ایک بزرگ، ایک استاد، ایک سیاح اور بہترین شاعر اور مصنف تھے۔ ان کی کتابیں گلستان اور بوستاں فارسی ادب اور اسلامی اخلاقیات کا عظیم سرمایہ ہیں۔ انھوں نے اخلاقیات پر اتنا زور دیا ہے کہ انھیں اگر اخلاقیات کا سب سے بڑا مبلغ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ شیخ سعدیؒ کی اخلاقی تعلیمات کا نچوڑ ''اچھی صحبت'' ہے۔ ان کے نزدیک نیک بننے کا آسان ترین نسخہ یہ ہے کہ اچھے لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے اور بروں کی صحبت سے ایسے دور رہا جائے جیسے آگ سے دور رہتے ہیں۔ اگر ہم شیخ سعدیؒ کے اس آسان سے نسخے پر عمل کریں تو ہماری بھی شخصیت نکھر جائے گی اور ہم بھی نیک لوگوں کی صحبت میں رہ کر نیک بن جائیں گے۔

اصول کی بات

مرسلہ : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

قائداعظم کے ذاتی معالج کرنل الٰہی بخش کے عملے کی ایک نرس بیماری کے دوران قائداعظم کا درجۂ حرارت معلوم کرنے آئی تو آپ نے اس سے پوچھا: ''میرا ٹمپریچر کتنا ہے؟''

نرس نے مضبوط لہجے میں کہا: ''سر! یہ میں صرف ڈاکٹر کو بتا سکتی ہوں۔''

قائداعظم نے بہت اصرار کیا، مگر اس نے ایک ہی جواب دیا: ''معاف کیجیے جناب! یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔''

جونہی وہ نرس کمرے سے باہر گئی تو قائداعظم مسکرائے اور انھوں نے فاطمہ جناح سے کہا: ''میں اس قسم کے لوگوں کو پسند کرتا ہوں، جو پکے ارادے کے مالک ہوں اور کسی بھی حال میں خوف زدہ ہونے اور اپنے اصول سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہ ہوں۔''

حرف حرف آئینہ

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

☆ جس شخص کے پاس ہمت ہے، اس کے

پاس سب کچھ ہے۔

☆ تعلیم ایک ایسی خوبی ہے، جس سے ایک آدمی کو صحیح معنوں میں انسان بنایا جاتا ہے۔

☆ اچھا سلوک کرنا سونا اور چاندی عطا کرنے سے بہتر ہے۔

☆ ہر روز نیکی کا ایسا کام کرو، جو دوسرے کے چہرے پر تبسم بکھیر دے۔

☆ خود پہ ناز کرنا، خود کو برباد کرنے کے برابر ہے۔

☆ خندہ پیشانی سے پیش آنا، سب سے پہلی نیکی ہے۔

☆ خاموشی دانا کا زیور اور احمق کا بھرم ہے۔

☆ خاموشی سے دکھ سہنے کی عادت عبادت میں شمار ہوتی ہے۔

اوکسفرڈ

مرسلہ : فرازیہ اقبال، عزیز آباد

ایک دعوت میں، جہاں اونچے اور سرکاری طبقے کے افراد موجود تھے، مولانا محمد علی جوہر بھی اپنے فقیرانہ لباس میں موجود تھے۔ گفتگو اردو زبان میں ہو رہی تھی۔ کسی بات پر اُلجھ کر مولانا نے انگریزی میں بولنا شروع کر دیا۔ اب کون ان کے سامنے ٹِکتا۔ وہاں ایک ہندو رانی بھی موجود تھی۔

ایک مولوی کو یوں فر فر انگریزی بولتے دیکھ کر اس سے رہا نہ گیا، پوچھا: ''مولانا! آپ نے اتنی اچھی انگریزی کہاں سے سیکھی ہے؟''

مولانا نے جواب دیا: ''میں نے یہ انگریزی ایک معمولی سے قصبے سے سیکھی ہے۔''

رانی نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا: ''کیا نام ہے اس قصبے کا؟''

مولانا نے نہایت سادگی سے جواب دیا: ''اوکسفرڈ۔''

(اوکسفرڈ یونی ورسٹی دنیا بھر میں مشہور ہے)

موچی، ملک کا صدر بن گیا

مرسلہ : مہک اکرم، لیاقت آباد

۲۰۰۲ء میں منتخب ہونے والے برازیل کے صدر "لولا ڈی سلوا" (LULA DE SILVA) پہلے لوگوں کی جوتیاں گانٹھا کرتے اور پالش سے جوتے چمکاتے، یعنی موچی تھے۔ برازیل کے نئے صدر کا تعلق ایک انتہائی غریب گھرانے سے ہے۔ وہ غربت کی وجہ سے نہ باقاعدہ تعلیم حاصل کر سکے اور نہ دوسرے بچوں کی طرح کھیل کود کے لیے وقت نکال سکے۔ انھیں اپنا پیٹ پالنے کے لیے کم عمری سے ہی لوگوں کے جوتے پالش کرنے پڑے تھے۔ اس کے بعد مونگ پھلیاں بیچنے لگے۔

خوب صورت بات

مرسلہ : سمعیہ وسیم، سکھر

اگر دولت کھو جائے تو اس کا مطلب ہے کچھ نہیں کھویا۔ اگر صحت کھو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ تم کسی اہم چیز سے جدا ہو گئے، لیکن اگر تمھارا کردار کھو جائے تو اس کا مطلب ہے کہ تم ہر چیز سے محروم ہو گئے۔"

خصوصیت

مرسلہ : عائشہ محمد خالد قریشی، سکھر

اچھے دوست، آنکھ اور ہاتھ کی مثال ہوتے ہیں۔ جب ہاتھ کو تکلیف ہوتی ہے تو آنکھ روتی ہے اور جب آنکھ روتی ہے تو ہاتھ آنسو پونچھتے ہیں۔

انسان اور گھوڑا

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

انسان زیادہ احمق ہوتے ہیں یا گھوڑے، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر کسی دوڑ میں بیس گھوڑے حصہ لے رہے ہوں تو اسے دیکھنے کے لیے ہزاروں انسان جمع ہو جاتے ہیں، لیکن اگر کسی دوڑ میں بیس انسان حصہ لے رہے ہوں تو اسے دیکھنے کے لیے ایک گھوڑا بھی نہیں آتا۔ ☆

معلومات ہی معلومات

غلام حسین میمن

حَواری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان بارہ ساتھیوں کو حَواری کہا جاتا ہے، جنھوں نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد کا وعدہ کیا تھا۔ اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ النساء میں بھی ملتا ہے۔ حواری کے معنی ساتھی یا خالص سفیدی کے ہیں۔

حضرت زبیرؓ بن العوام کو حواریِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ یہ نبی کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائی اور حضرت ابوبکرؓ کے داماد تھے۔ انھوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ آپؓ عشرہ مبشرہ میں بھی شامل ہیں۔ وہ کئی احادیث کے راوی ہیں۔

پانی پت کے ہیرے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی بلند پایہ عالم دین تھے، جنھوں نے عربی زبان میں سات جلدوں پر مشتمل تفسیرِ مظہری لکھی۔ ان کے استاد مرزا مظہر جانِ جاناں نے ایک مرتبہ ان کے بارے میں کہا تھا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے روزِ محشر پوچھا کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لائے ہو تو میں عرض کروں گا کہ ثناء اللہ پانی پتی کو لایا ہوں۔ اسی طرح کا ایک اور تاریخی جملہ ہمیں سرسید احمد خاں کا ملتا ہے۔ انھوں نے بڑے اصرار اور محبت سے مولانا الطاف حسین حالی سے ''مسدسِ مدوجزرِ اسلام'' لکھوائی، جسے مسدسِ حالی کے

نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ایک بار سر سید احمد خاں نے کہا تھا کہ روزِ محشر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ میرے لیے کیا لائے ہو تو میں کہوں گا کہ حالی سے مسدس لکھوا کر لایا ہوں۔ اتفاق سے مولانا الطاف حسین حالی کا بھی تعلق ہندستان کے مشہور علاقے پانی پت سے تھا، جہاں ماضی میں کئی جنگیں برپا ہو چکی ہیں۔

تختِ سلیمان اور تختِ طاؤس

یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ تخت ہے جسے ہوا اُڑا کر لے جاتی تھی۔ اسی نام سے ایک پہاڑ سری نگر میں ہے، جسے تخت سلیمان کہا جاتا ہے۔ سری نگر مقبوضہ کشمیر کا علاقہ ہے۔ اسی طرح تخت طاؤس بھی مشہور ہے، جسے مغل بادشاہ شاہجہاں نے خطیر رقم خرچ کر کے بنوایا تھا۔ بعد میں اسے نادر شاہ ہندستان سے ایران لے گیا۔

اَحد، اُحد

عربی زبان کا لفظ ''اَحد'' ہے (زبر کے ساتھ) جس کے معنی ایک کے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر اس کو پیش کے ساتھ ''اُحد'' پڑھا جائے تو یہ مدینے میں موجود مشہور پہاڑ کا نام ہے، جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے ساتھ جنگ کی تھی۔ اسی پہاڑ کے بالکل سامنے ایک چھوٹی پہاڑی ہے، جسے جبل رماۃ کہتے ہیں۔ اسی کے قریب نبی کریم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور جنگِ اُحد کے دوسرے شہدا دفن ہیں۔



اپنی کلہاڑی، اپنا پاؤں

محمد طارق

حامد کے چلتے قدم رک گئے۔ اس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ اس نے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ یہ اطمینان کر لینے کے بعد کہ اس کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا، جلدی سے ماسٹر حنیف کے گھر کے سامنے پڑے ہوئے ہزار روپے کے نوٹ کو اُٹھا کر اپنی جیب میں ٹھونس لیا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے ضمیر نے اسے جھنجوڑا: ''بُری بات ہے، یوں راستے میں پڑی ہوئی چیز کے مالک نہیں بن جاتے، بلکہ مالک تک وہ چیز پہنچا دیتے ہیں۔ یقیناً یہ ماسٹر حنیف کا نوٹ ہوگا۔ ان سے پوچھ لو اور ساتھ ہی آس پاس کے دو چار گھروں سے بھی معلوم کر لو، جس کا ہو، اس تک پہنچا دو، بڑا ثواب ملے گا۔''

گردن جھٹک کر وہ اپنے آپ سے بولا: ''واپس کیسے کر دوں، میں تو مزے اُڑاؤں گا، برگر، سموسے، چاٹ، دہی بھلے اور بہت سی مزے مزے کی چیزیں کھاؤں گا۔ آہا، کتنا مزہ آئے گا۔ میں ان پیسوں سے اپنے دوستوں عابد، شاہد اور قاسم کی دعوت کروں گا۔ ہم تینوں مرغی فرائی اور بریانی کے مزے اُڑائیں گے۔ آخر شاہد نے بھی تو دو مہینے پہلے ہماری دعوت کی تھی۔ کئی دنوں تک ہم تینوں اس کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتے تھے اور وہ تھا کہ خوشی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ کتنا مزہ آئے گا جب تینوں دوست میرے بھی گُن گائیں گے۔'' اس نے اپنے ذہن میں ایک منصوبہ بنا ڈالا۔

اب اس کا رُخ اپنے دوستوں کے گھروں کی طرف تھا۔ اس نے تینوں کو گھروں سے بُلا کر اِکھٹا کیا اور دعوت کی خوش خبری سنا ڈالی۔

''ارے چھوڑو، یہ منھ اور مسور کی دال۔'' عابد نے حامد کی بات پر یقین نہ کرتے ہوئے فقرہ کسا، کیوں کہ اسے حامد کی مالی حالت کا بخوبی علم تھا۔

''ہاں، یقین تو مجھے بھی نہیں آرہا، کیوں کہ کیکر کے درخت پر بیر نہیں اُگا کرتے۔'' شاہد نے بھی عابد کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''یقین تو مجھے بھی نہیں آرہا۔ حامد اور دعوت، وہ بھی منہگے ہوٹل میں! نہ بھی نہ۔'' بھلا قاسم کہاں پیچھے رہنے والا تھا۔

''اچھا تمھیں میری بات پر یقین نہیں آرہا، لو یہ دیکھو۔'' حامد نے جذباتی انداز میں جیب میں ہاتھ ڈالا اور ہزار روپے کا نوٹ نکال کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ وہ تینوں اُچھل پڑے اور ان کے منھ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

''ارے، تم تو چھپے رستم نکلے۔'' مارے خوشی کے قاسم چہک اُٹھا۔ پھر پوچھا: ''یہ تو بتاؤ کہ ہزار روپے آئے کہاں سے؟''

''عید قریب ہے یقیناً کسی رشتے دار نے عید سے پہلے عیدی دی ہوگی۔'' حامد کے جواب دینے سے پہلے ہی عابد بول پڑا۔

''ہمیں اس سے کیا کہ ہزار روپے کہاں سے آئے، کیوں کہ ہمیں آم کھانے سے مطلب ہونا چاہیے پیڑ گننے سے نہیں۔'' شاہد نے جواب دیتے ہوئے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اب ان کا رُخ شہر کے مشہور ہوٹل کی طرف تھا۔

حامد نے کھانے کا آرڈر دیا۔ عابد، شاہد اور قاسم نے اپنی آستینیں چڑھالیں



جو اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آج وہ کوئی کسر باقی نہیں چھوڑیں گے۔ تھوڑی دیر بعد کھانا آ گیا۔ مرغی فرائی اور بریانی سے خوب انصاف کرنے کے بعد وہ آئس کریم پر ٹوٹ پڑے۔ کھانے سے فارغ ہو کر جب حامد نے بل منگوایا تو پورے نو سو روپے کا بل بنا۔ دوستوں کی فرمائش پر چار عدد ٹھنڈی بوتلیں منگوا کر حساب برابر کر دیا۔

حامد شام کو جب ڈکاریں لیتا ہوا گھر میں داخل ہوا تو اماں کو دیکھ کر ٹھٹک گیا۔ چار پائی کے سرہانے اماں غم سے نڈھال بیٹھی تھیں اور ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔

''خیر تو ہے اماں! کیا ہوا؟'' وہ سچ مچ روہانسا ہو گیا۔

پہلے تو اماں اس کی اچانک آمد سے حیران ہوئیں، پھر خود کو سنبھال کر آنسو



پونچھتے ہوئے بولیں: ''بس بیٹا! کیا بتاؤں، تجھے تو پتا ہی ہے گھر کے حالات کا، عید بالکل قریب ہے، بس چار ہی دن باقی رہ گئے ہیں اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے کہ تیرے لیے عید کے نئے کپڑے اور جوتے خرید لیں۔ آج ہی میں نے تیرے ابا سے کہا کہ ہمارا ایک ہی تو بیٹا ہے۔ اس کے لیے تو نئے کپڑوں اور جوتوں کا بندوبست ضرور کر دیں۔ مہینے دو مہینے کے لیے کسی سے اُدھار ہی لے لیں۔ تجھے تو پتا ہی ہے بیٹا! تیرے ابا کو اُدھار سے کتنی نفرت ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آدمی اس سے دوسروں کی نظروں میں گر جاتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اُدھار چکانے کے لیے پیسے کہاں سے لائیں گے، جب کہ یہاں گھر کا خرچ ہی پورا نہیں ہوتا۔ میرے بار بار کہنے پر وہ بڑی مشکل سے ماسٹر حنیف سے ہزار روپے اُدھار لینے پر راضی ہو گئے۔'' یہاں تک کہہ کر



اماں تھوڑی دیر کے لیے رکیں اور ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے دوبارہ بولی: ''بیٹا! تیرے ابا نے ماسٹر حنیف سے ہزار روپے اُدھار لیے تھے، وہیں کہیں گر گئے، کیوں کہ ان کی جیب پھٹی ہوئی تھی اور ان کو معلوم نہیں تھا۔ کہہ رہے تھے کہ ہزار کا بندھا ہوا نوٹ دیا تھا ماسٹر حنیف نے۔ بعد میں وہاں جا کر بہت ڈھونڈا، مگر روپے نہ ملے۔ بس بیٹا! اب ہم تیرے لیے عید کے نئے کپڑوں اور جوتوں کا بندوبست نہیں کر سکتے۔''

اماں نے آخری جملہ بڑے درد بھرے لہجے میں کہا تھا، جو حامد پر بجلی بن کر گرا۔ اب اسے پتا چلا کہ جو ہزار روپے اس نے دوستوں کے ساتھ مل کر خرچ کیے تھے وہ اس کے اپنے ہی تھے، یعنی اپنی کلہاڑی خود اپنے پاؤں پر ماری تھی یہ جان کر وہ پچھتانے لگا اور تصور ہی تصور میں اپنے آپ کو پرانے کپڑوں اور جوتوں میں عید کی نماز پڑھنے کے لیے جاتا ہوا دیکھنے لگا۔ ☆

تحریر بھیجنے والے نونہال یاد رکھیں

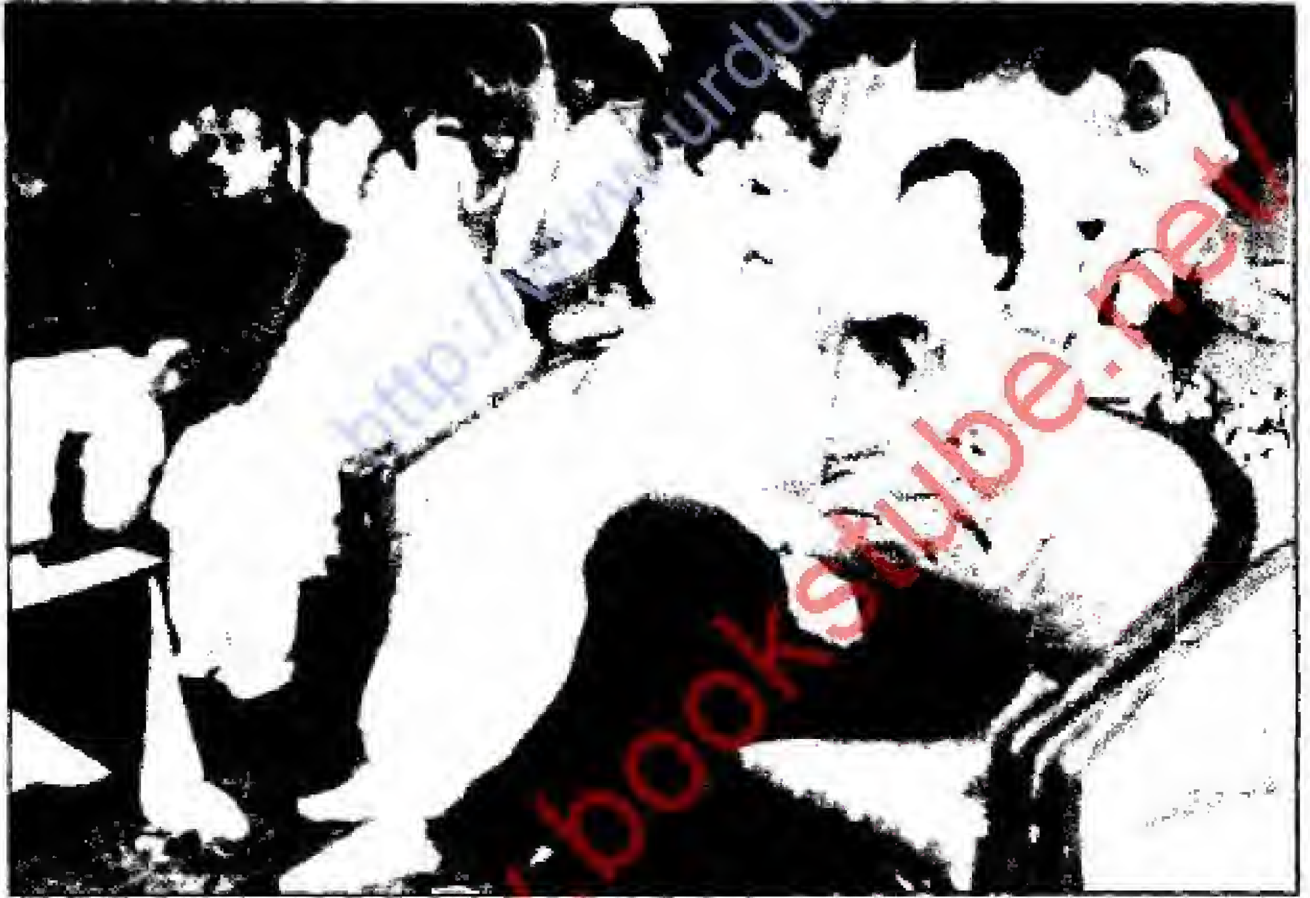
☆ اپنی کہانی یا مضمون صاف صاف لکھیں اور اس کے پہلے صفحے پر اپنا نام اور اپنے شہر یا گاؤں کا نام بھی صاف لکھیں۔ تحریر کے آخر میں اپنا نام پورا پتا اور فون نمبر بھی لکھیں۔ تحریر کے ہر صفحے پر نمبر بھی ضرور لکھا کریں۔

☆ بہت سے نونہال معلومات افزا اور بلاعنوان کہانی کے کوپن ایک ہی صفحے پر چپکا دیتے ہیں۔ اس طرح ان کا ایک کوپن ضائع ہو جاتا ہے۔

☆ معلومات افزا کے صرف جوابات لکھا کریں۔ پورے سوالات لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ☆

ملاقات : بنتِ درویش

ممتاز ادیب و شاعر تسلیم الٰہی زلفی سے ایک گفتگو



ہمدرد نونہال اسمبلی کی ایک تقریب میں دائیں سے بائیں جناب تسلیم الٰہی زلفی،

جناب مسعود احمد برکاتی اور صدر ہمدرد فاؤنڈیشن محترمہ سعدیہ راشد۔

بے ترتیب سانسوں کے ساتھ لمبے لمبے قدم اُٹھاتا، آنکھوں میں اشتیاق کی کرنیں سمیٹے، دراز زلفوں والا تیرہ چودہ برس کا ایک دُبلا پتلا لڑکا ''ہمدرد نونہال'' کے دفتر میں ایڈیٹر کا کمرا تلاش کر رہا تھا۔ اچانک نگاہوں کی زد میں آنے والی ''مسعود احمد برکاتی'' کے نام کی تختی نے اس کی تلاش مکمل کر دی۔ کمرے میں مدیرِ اعلا کی کرسی پر ایک پُرکشش شخصیت نظر آئی۔ وال کلاک کی ٹِک ٹِک کرتی



تسلیم الٰہی زلفی ہمدرد نونہال اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے۔

سوئیاں دن کے تیسرے پہر کے آغاز کا اعلان کر رہی تھیں تو دیوار پر آویزاں کلینڈر سنہ ۶۰ء کی دہائی کے زمانے کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہونے والے اس نوجوان کا نام تسلیم الٰہی زلفی ہے، جو اپنی پہلی کاوش ایک نظم "ہمدرد نونہال" میں شائع کرانے کے لیے آئے تھے۔ تمام تر رعب و دبدبے کے باوجود ایڈیٹر صاحب کی شفیق نگاہوں اور لبوں پر سجی مسکراہٹ نے حوصلہ دیا تو موصوف نے ہاتھوں کی لرزش اور دل کی گھبراہٹ پر قابو پاتے ہوئے کسی قدر اعتماد کے ساتھ اپنی پہلی کاوش انھیں پیش کر دی، جسے اپنے پاس رکھتے ہوئے برکاتی صاحب نے آئندہ بھی لکھتے رہنے کی تاکید کی اور اگلے شمارے میں زلفی صاحب کی وہ نظم شامل تھی۔ اس نظم کی اشاعت کے بعد تسلیم الٰہی زلفی ایک نونہال قلم کار کی حیثیت سے بچوں کے مختلف

رسالوں میں لکھتے ہی چلے گئے۔ ہمدرد نونہال سے اپنی وابستگی کے آغاز کا یہ احوال زلفی صاحب نے گزشتہ دنوں کراچی آمد پر ایک ملاقات میں بیان کیا۔

نونہال دوستو! اس سے پہلے کہ ہم تسلیم الٰہی زلفی صاحب کے ساتھ ہونے والی گفتگو میں آپ کو شامل کریں آیئے چند باتیں ان کے بارے میں بتاتے چلیں۔

تسلیم الٰہی زلفی کینیڈا میں گزشتہ کئی عشروں سے مقیم ہیں۔ اردو ٹی وی کینیڈا کے صدر ہیں اور اپنے ٹی وی چینل کی انتظامی ذمے داریوں کے ساتھ ساتھ بحیثیت نیوز کاسٹر بھی خدمات انجام دیتے ہیں۔ ریڈیو پاکستان کراچی کے ''بزمِ طلبہ فورم کینیڈا، امریکا اور برطانیہ'' کے بھی روح رواں ہیں۔

جناب تسلیم الٰہی زلفی سے گفتگو کا آغاز ہوا تو انھوں نے اپنے خاندانی پس منظر اور ابتدائی حالاتِ زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے کہنا شروع کیا: ''میرا خاندانی نام تسلیم الٰہی قریشی ہے۔ صدیوں پہلے ہمارے بزرگ تبوک، جزیرہ نمائے عرب سے اسلام کی تبلیغ کے لیے ہندستان آئے تھے۔ حضرت سید احمد شہید میرے جدِ امجد ہیں۔ ۱۹۴۷ء میں جب ہندستان کی تقسیم ہوئی تو اس موقع پر ہمارے خاندان کے کچھ لوگ سعودی عرب واپس چلے گئے۔ کچھ لوگ پاکستان ہجرت کر گئے اور باقی ہندستان ہی میں آباد رہے۔

میں ۱۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوا۔ میرے والدین نے مجھے لے کر پاکستان ہجرت کی، لیکن پاکستان میں محض تین سال کے قیام کے بعد ۱۹۵۰ء کے اواخر میں اپنی فیملی کے ساتھ سعودی عرب چلے گئے اور ابتدائی تعلیم میں نے جدہ کے ایک عربی پرائمری اسکول مدرسۃ الفلاح سے حاصل کی۔ اسی دوران گھر پر مجھے

باقاعدہ اردو پڑھنا لکھنا سکھایا گیا اور میں نے گھر پر ہی آٹھویں جماعت کا نصابی کورس مکمل کرلیا۔ مزید تعلیم کے لیے میرے والدین نے مجھے پاکستان بھیج دیا۔ ۲۶ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو میں نے کراچی میں قدم رکھا ہے تو اگلے ہی روز پاکستان میں انقلاب آ گیا، یعنی ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو فیلڈ مارشل ایوب خان نے پچھلی حکومت ختم کر کے نئی حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی۔ یاد رہے اس وقت پاکستان کا دارالحکومت کراچی ہوا کرتا تھا۔ خیر کراچی پہنچ کر ہم نے اپنی پڑھائی شروع کردی۔ جب کراچی پہنچا تو میرے پھوپھا نے میرے شعری وادبی رجحان کو دیکھتے ہوئے مجھے اپنے پیر بھائی بہزاد لکھنوی صاحب کی شاگردی میں دے دیا۔ جنھوں نے سب سے پہلے تو مجھے ''زلفی'' کا تخلص دیا اور اس کے بعد باقاعدہ علم عروض کی تعلیم۔ جب کہ ان ہی دنوں نثر نگاری کے لیے میں نے روزنامہ جنگ کراچی میں بچوں کے صفحات ''ہونہار لیگ'' کے انچارج شفیع عقیل صاحب سے ملاقات کی اور ان کے مشورے سے عربی کہانیوں کے اردو ترجمے اخبار جنگ کے لیے لکھنا شروع کیے، جو بچوں اور بڑوں میں بے حد پسند کیے گئے۔

گفتگو کو آگے بڑھاتے ہوئے ہم نے ان سے دریافت کیا۔

سوال: بحیثیت نونہال قلم کار آپ نے اور کن جرائد و اخبارات میں لکھا؟

جواب: ہمدرد نونہال اور روزنامہ جنگ کے بچوں کے صفحات ''ہونہار لیگ'' کے علاوہ تعلیم و تربیت، کھلونا اور کراچی سے شائع ہونے والے کامل قریشی صاحب کے ''بچوں کا اخبار'' میں بھی ہماری نظمیں اور کہانیاں وغیرہ شائع ہوتی رہیں۔

سوال: بچوں کے لیے طبع زاد کہانیاں لکھنے میں زیادہ لطف آیا یا ترجمہ کہانی میں؟

جواب: سچ بات تو یہ ہے کہ جو لطف ''طبع زاد'' تخلیقی عمل میں ہے، وہ ترجمے میں کہاں۔

سوال : کیا اُس زمانے میں بچوں کے رسائل میں لکھنے والے بچوں کے نام یاد ہیں جو آج نامور اہلِ قلم میں شمار ہوتے ہیں؟

جواب : جی ہاں، اس زمانے میں لکھنے والے ہمارے بیشتر نوعمر ہم قلم...... آج کی نامور ادبی شخصیات میں شامل ہیں، جیسے انور شعور، عبیداللہ علیم، نصیر ترابی، پیرزادہ قاسم، ثروت حسین، جمال احسانی، تنویر پھول، امجد اسلام امجد، ایوب خاور، نیئر بن سوز، صفورا خیری، نوشابہ صدیقی، تاجدار عادل، جاوید منظر، نقاش کاظمی، وضاحت نسیم اور بہت سارے، جن کے نام اس وقت ذہن کی گرفت میں نہیں آرہے ہیں۔

سوال : آپ اپنے بچپن میں بچوں کے کن ادیبوں، شاعروں اور بچوں کے رسالے کے کس مدیر سے متاثر تھے؟

جواب : ہمارے بچپن میں بچوں کے لیے لکھنے والے ادیبوں اور شعراء میں مسعود احمد برکاتی، کوثر چاند پوری، عشرت رحمانی، علی ناصر زیدی، شان الحق حقی، مسلم ضیائی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، شاعر لکھنوی، محشر بدایونی، اشرف صبوحی، میرزا ادیب اور ماہر القادری وغیرہ شامل ہیں۔ جب کہ ہمیں متاثر کرنے والے بچوں کے رسالوں کے مدیران میں مسعود احمد برکاتی صاحب سرِفہرست ہیں۔ جن کی شفقت اور حوصلہ افزائی نے ہمیں اس میدان میں آگے بڑھایا اور آج بھی وہ اسی کمالِ شفقت سے پیش آتے ہیں۔ ۲۰۰۶ء میں جب اپنی دسویں کتاب کی اشاعت کے موقع پر ہم کینیڈا سے کراچی آئے تھے تو برکاتی صاحب اور سعدیہ راشد صاحبہ نے ہمیں ''نونہال اسمبلی'' سے خطاب کرنے کے لیے مدعو کیا۔ اس موقع پر انھوں نے ہمیں ''ہمدرد'' کی

جانب سے ''وثیقۂ کمالِ اعتراف'' بھی عطا فرمایا، لیکن جب ہم نے برکاتی صاحب کو اپنی نئی کتاب پیش کی تو اس وقت ہماری وہی کیفیت تھی جو اپنی پہلی نظم بغرض اشاعت پیش کرتے وقت پورے ۴۴ برس پہلے تھی۔ گزشتہ چھے دہائیوں میں ''نونہال'' کے ذریعے برکاتی صاحب نے پاکستانی نونہالوں کی چھے نسلوں کی تربیت کی ہے اور مجھے شرف حاصل ہے کہ میرا تعلق تربیت پانے والی پہلی نسل سے ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں بچوں کی تہذیبی، اخلاقی، لسانی تربیت اور ایک اچھا شہری بنانے کی مسلسل خدمت کے حوالے سے مسعود احمد برکاتی کا نام سنہری حروف سے لکھا جاتا ہے۔ سادہ مزاج، وضعدار، کم گو اور کم آمیز برکاتی صاحب اپنے جدِ امجد ممتاز عالمِ دین حکیم برکات احمد صاحب کی طرح عزت، شہرت اور علم و دانش کی بلندیوں پر فائز ہیں۔ خدا انھیں صحت و تندرستی کے ساتھ طولِ عمر عطا کرے۔ وہ ہم سب کے لیے ایک قیمتی اثاثہ ہیں۔ شہید حکیم محمد سعید صاحب نے ہمیشہ ان کے خلوص، عزم، جذبے، لگن، محنت، صلاحیت اور انتظامی سلیقے کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اب یہی جذبہ ہم حکیم صاحب کی لائق صاحبزادی سعدیہ راشد صاحبہ میں دیکھتے ہیں جو برکاتی صاحب کی حد درجہ قدرداں ہیں۔

سوال : زندگی میں اپنی کام یابی کا راز آپ کے خیال میں کیا ہے؟ ہم نے گفتگو کو ختم کرتے ہوئے پوچھا۔

جواب : نونہال کے قلم کار سے لے کر اردو ٹی وی کینیڈا تک میرے کام یاب سفر کا ثمر میری مسلسل محنت اور یکسوئی کا مرہونِ منت ہے اور یہی بات میں اپنے ننھے ساتھیوں سے کہوں گا وہ ہر کام محنت اور یکسوئی سے کریں تو کام یابی یقینی ہے۔ ☆

بس تم سچ ہی بولو

شاہد حسین

جب بھی لب کو کھولو بچو!
سچ ہی بس تم بولو بچو!

سچ سدا دیتا ہے راحت
اس سے ہی دنیا ہے جنت

جھوٹ ہے سن لو ایک بُرائی
ہوتی اس سے جگ ہنسائی

سچ کی جیت ہمیشہ ہوتی
جھوٹے کی قسمت ہے سوتی

سچے کا رتبہ ہے اعلا
اور جھوٹے کا منھ ہے کالا

بڑے بوڑھوں کا ہے یہ کہنا
سچ ہی ہے جیون کا گہنا

ہر اک لفظ کو تولو بچو!
پھر ہی لب کو کھولو بچو!







☺ اسپتال کے بستر پر مریض کا آخری وقت تھا۔ اس نے اپنے بڑے بیٹے سے کہا: ''گلشن کے دس مکان تمھارے۔''

دوسرے بیٹے سے کہا: ''ڈیفنس کے ساتوں گھر تمھارے۔''

بیوی سے مخاطب ہو کر کہا: ''صدر کے سارے فلیٹ تمھارے۔''

پاس کھڑی نرس بہت متاثر ہوئی اور بولی: ''لگتا ہے آپ کے شوہر بہت امیر آدمی ہیں۔''

بیوی بولی: ''امیر نہیں ہیں، دودھ سپلائی کرتے ہیں، اپنے گاہک تقسیم کر رہے ہیں۔''

مرسلہ : مریم عبدالرب، جگہ نا معلوم

☺ ٹیچر (لائبہ سے): ''اے بی سی سناؤ۔''

لائبہ: ''اے بی سی۔''

ٹیچر: ''اور سناؤ۔''

لائبہ: ''اللہ کا شکر، آپ سنائیں۔''

مرسلہ : بریرہ عبدالرؤف، مریدکے

☺ عدالت میں بحث جاری تھی۔ وکیل نے پُر زور دلائل دیتے ہوئے پلٹ کر چھڑی سے ملزم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''اس چھڑی کے سرے پر انسان نہیں ایک شیطان کھڑا ہے۔''

جج نے حیرت سے پوچھا: ''کون سے سرے پر؟''

مرسلہ : قمر ناز دہلوی، کراچی

☺ جج (نہایت غصے سے): ''یہ بیسویں دفعہ تم میرے سامنے پیش ہو رہے ہو۔''

ملزم معصومیت سے: ''جناب! اس میں میرا کیا قصور ہے۔ آپ کا تبادلہ ہی نہیں ہوتا۔''

مرسلہ : اسامہ ظفر راجا، سرائے عالمگیر

☺ باپ نے بیٹے سے پوچھا: ''یہ کیا؟ تمھارے ٹیسٹ میں زیرو نمبر کیوں ہیں؟''

بیٹا بولا: ''ابو! استاد کے پاس اسٹار ختم ہو گئے تھے، اس لیے انھوں نے گول گول سیارے دینا شروع کر دیے۔''

مرسلہ : سید حیدر شاہ، اوہاڑو

دو امریکی قبرستان میں اپنے ایک دوست کی قبر پر پھول چڑھا کر جب واپس آنے لگے تو انھوں نے ایک چینی کو دیکھا جو ایک قبر پر چاولوں کے دانے بکھیر رہا تھا۔ امریکیوں نے اس سے پوچھا: ''مرحوم تمھارے چاول کھانے کب آئے گا؟''

''جب تمھارا مرحوم رشتے دار پھول سونگھنے آئے گا۔'' چینی نے کہا۔

مرسلہ : کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

ایک آدمی نے پیزے کا آرڈر دیا۔ سیلز مین نے پوچھا: ''جناب! پیزے کے چار ٹکڑے کروں یا آٹھ؟''

آدمی نے جواب دیا: ''چار ٹکڑے ہی کردو، آٹھ کون کھائے گا۔''

مرسلہ : محمد عبداللہ افتخار، لاہور

ایک آدمی نے پرانی موٹر سائیکل کو دس، دس کے نوٹوں سے سجا رکھا تھا۔ اس کے دوست نے پوچھا: ''یہ کیا کر رہے ہو؟''

آدمی نے کہا: ''مکینک نے کہا تھا کہ اس موٹر سائیکل پر پیسے لگاؤ، ٹھیک ہو جائے گی۔''

مرسلہ : انوشہ سلیم الدین، جگہ نامعلوم

ایک پاگل نے بزرگ سے کچھ پوچھا۔ بزرگ نے پاگل کے دو تھپڑ لگا دیے۔ قریب سے ایک آدمی گزر رہا تھا۔ اس نے کہا: ''تم نے بزرگ سے کیا پوچھا تھا۔''

پاگل نے کہا: ''میں نے صرف یہ پوچھا تھا کہ چودہ اگست کی نماز کہاں ہوگی؟''

مرسلہ : اسریٰ خان، کراچی

ایک بے وقوف اپنے بیٹے کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا۔ چیک اپ کے بعد ڈاکٹر نے کہا: ''ان کا ٹیسٹ ہوگا۔''

بے وقوف نے کہا: ''ہاں ہاں، ٹیسٹ ضرور کریں، مگر سوالات زیادہ مشکل نہ ہوں۔''

مرسلہ : کمال ذکا بھٹی، شیخوپورہ

ایک بس میں ڈاکو گھس آئے۔ ایک ڈاکو نے ایک عورت سے زیورات لیتے ہوئے نام پوچھا۔ عورت نے نام بتایا: ''شیما۔''

ڈاکو نے زیورات واپس کرتے ہوئے کہا: ''میری بہن کا نام ہے۔''

پھر ساتھ بیٹھے آدمی سے نقدی لیتے ہوئے نام پوچھا۔ آدمی نے کہا: ''نام تو میرا شمس الدین ہے، مگر پیار سے مجھے شیما کہتے ہیں۔''

مرسلہ : محمد عمر رشید، کراچی

☺ ایک آدمی دبئی کے ایک ہوٹل میں چکن روسٹ کے ساتھ ساتھ ہڈیاں بھی چبا رہا تھا۔ پاس ہی ایک غیر ملکی بیٹھا بسکٹ کھا رہا تھا۔ وہ اس آدمی کو دیکھ کر بولا: ''آپ لوگ ہڈیاں بھی کھا جاتے ہیں تو آپ کے ملک میں کتے کیا کھاتے ہیں؟''

وہ آدمی فوراً بولا: ''بسکٹ۔''

مرسلہ : لبنیٰ جبین، کراچی

☺ افسر نے کلرک سے پوچھا: ''مسٹر شریف! کیا آپ موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں؟''

کلرک: ''جی ہاں۔''

افسر: ''پھر ٹھیک ہے۔''

کلرک: ''لیکن سر! آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟''

افسر: ''کیوں کہ کل جب تم دفتر سے چھٹی لے کر اپنے دادا کے جنازے میں شرکت کے لیے گئے تھے، تو تھوڑی دیر بعد وہ تم سے ملنے یہاں آئے تھے۔''

مرسلہ : عبدالجبار رومی انصاری، لاہور

☺ شوہر نے بیوی سے کہا: ''میرے دوست چائے پینے آ رہے ہیں۔ تم جلدی سے چمچے چھپا دو۔''

بیوی: ''کیوں! کیا آپ کے دوست چور ہیں؟''

شوہر: ''نہیں، میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنے چمچے نہ پہچان لیں۔''

مرسلہ : جوادالحسن، لاہور

☺ ایک خاتون کار لے کر سروس اسٹیشن پہنچیں۔ کار جگہ جگہ سے پچکی ہوئی تھی۔ انھوں نے لڑکے سے پوچھا: ''کیا یہاں کاریں دھوئی جاتی ہیں؟''

لڑکا بولا: ''جی ہاں، دھوئی جاتی ہیں، لیکن استری نہیں کی جاتی۔''

مرسلہ : زینب ناصر، فیصل آباد

بلاعنوان انعامی کہانی

انور فرہاد

ایک عورت نے ایک نہر کے کنارے جا کر اپنی گود میں چھپائی ہوئی کوئی چیز زمین پر رکھ دی۔ زمین پر اس چیز کے رکھتے ہی ایک باریک سی آواز اُبھری۔ جیسے کوئی بچہ رو رہا ہو۔ عورت نہر میں پانی پینے جھکی تو توازن قائم نہ رہ سکا اور وہ گر کر بہتی ہوئی دور چلی گئی۔

یہ سارا تماشا قریب ہی ایک درخت پر موجود ایک بندر اور بندریا دیکھ رہے تھے۔ عورت کے ڈوبتے ہی دونوں چھلانگ لگاتے ہوئے نیچے پہنچے اور بندریا نے جھپٹ کر کپڑے میں لپٹے بچے کو اُٹھا لیا۔ بچہ مسلسل روئے جا رہا تھا۔

بندر بولا: ''لگتا ہے بھوکا ہے۔''

بندریا نے جھٹ اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ بچہ چپ ہو گیا۔

بندریا بچے کو دیکھتے ہوئے بولی: ''کتنا پیارا ہے۔ لگتا ہے ایک دو دن سے زیادہ اس کی عمر نہیں۔ یہ اب میرا بچہ ہے۔ اب میں ہی اسے ماں بن کر پالوں گی۔ تمھیں کوئی اعتراض تو نہیں؟''

''نہیں، کسی بے سہارا کو سہارا دینا تو بڑی اچھی بات ہے۔''

چند دنوں کے بعد پورے جنگل میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ ایک بندر اور بندریا نے ایک انسانی بچے کو گود لے لیا ہے۔ جنگل کے جانور، بندریا اور بندر کی گود میں انسانی بچے کو دیکھتے تو حیران بھی ہوتے اور خوش بھی۔

ایک دن ایک کوے نے آ کر بندر اور بندریا کو جنگل کے بادشاہ شیر کا پیغام دیا: ''تم دونوں کو بادشاہ سلامت نے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا ہے اور اس انسانی بچے کو

بھی ساتھ لے کر آنے کی تاکید کی ہے۔'' دونوں فکر مند ہو گئے۔

''بادشاہ سلامت نے کیوں بلایا ہے؟'' بندریا بولی: ''مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، میں نہیں جاؤں گی۔''

اپنے خوف کو چھپاتے ہوئے بندر بولا: ''ڈرنے کی کیا بات ہے۔ ہم نے کوئی جرم تو نہیں کیا ہے۔''

بندریا بولی: ''میرے اس بچے کا تعلق انسانوں سے جو ہے۔ شیر، چیتے اور بھیڑیے انسانی خون اور گوشت کے شوقین ہوتے ہیں۔ میں تو صدمے سے مر جاؤں گی، اگر اس بچے کو کچھ ہوا تو۔'' یہ کہتے کہتے وہ رو پڑی۔

بندر نے بندریا کو تسلی دی: ''ہم نے اس انسانی بچے کی جان بچا کر ایک نیک کام کیا ہے۔ اللہ نیک کام کرنے والوں کو کبھی مایوس نہیں کرتا۔ وہی ہماری اور ہمارے اس بچے کی نگہبانی کرے گا۔''

اگلے روز دونوں سہمے سہمے جنگل کے بادشاہ کے دربار میں جا پہنچے۔ سارے جانور بادشاہ سلامت کے دربار میں موجود تھے۔ وہاں پہنچ کر دونوں نے نہایت ادب سے شیر بادشاہ کو سلام کیا۔

''آؤ، آؤ، ہم سب تمھارا ہی انتظار کر رہے تھے۔'' شیر بولا: ''یہ بتاؤ تم نے یہ انسانی بچہ کس انسانی بستی سے اُٹھایا ہے؟''

''حضور والا! یہ بچہ ہم نے کسی انسانی بستی سے نہیں اُٹھایا۔ یہ ہمیں یہیں جنگل کے کنارے والی نہر سے ملا تھا۔''

''اچھا......! کیا انسانی بچے بھی ہمارے بچوں کی طرح پیدائش کے چند گھنٹوں کے بعد

چلنے پھرنے لگتے ہیں کہ آدمی کا یہ بچہ اپنی بستی سے بھاگتا ہوا ہمارے جنگل میں چلا آیا؟''

کئی درباری جانور ہنس پڑے۔ شیر نے خونخوار نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا تو سب سہم کر چپ ہو گئے۔

اب شیر نے بندر کو مخاطب کیا: ''سچ سچ بتاؤ اس آدمی کے بچے کو تم کہاں سے لائے ہو؟''

''بادشاہ سلامت! ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ ہمیں یہ بچہ وہیں سے ملا ہے۔'' اس کے بعد اس نے وہ سارا واقعہ کہہ سنایا جو انھوں نے دیکھا تھا۔ پھر بولا: ''ہم سے اس ننھے بچے کا رونا نہ دیکھا گیا اور ہم نے فوراً درخت سے نیچے آ کر اسے اپنی گود میں اُٹھا لیا۔''

شیر نے سب جانوروں کی طرف دیکھ کر کہا: ''اس بندر اور بندریا نے اس ننھی سی جان کو بچا کر یہ ثابت کر دیا کہ ہم جانور، انسانوں کی طرح بے درد نہیں ہوتے۔ ہمارے سینوں میں انسانوں سے کہیں زیادہ محبت بھرا دل ہوتا ہے۔'' اتنا کہہ کر شیر ذرا رُکا پھر اپنی بات آگے بڑھائی: ''جو بچوں سے محبت نہیں کرتا، وہ حیوان ہے، شیطان ہے، قابلِ نفرت ہے اور یہ انسان ..... اشرف المخلوقات کہلوانے والے یہ لوگ اپنے بچوں پر بھی رحم نہیں کرتے۔ کیوں میاں مٹھو! میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟'' اس نے توتے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''تم لوگوں نے تو انسانوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور تمھارا یہ نام بھی انھی لوگوں نے دیا ہے۔''

''جی ہاں عالم پناہ! آپ درست فرما رہے ہیں۔ انسان اپنی انسانیت کا بڑا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں، مگر ذرا ذرا سی بات پر آپس میں بری طرح لڑتے ہیں۔ انسانی زندگی کا یہ عالم ہے کہ اپنے مخالف کے بچوں تک کو معاف نہیں کرتے۔ ہمیں میاں مٹھو کہنے والے یہ

لوگ ہمیں تو تا چشم بھی کہتے ہیں۔ جب ہم کسی طرح ان کے پنجرے سے فرار ہو جاتے ہیں تو وہ ہمیں تو تا چشم ہونے کا طعنہ دیتے ہیں۔ گویا انھوں نے ہمیں قید کر کے ہم پر بڑا احسان کیا تھا۔''

''جان کی امان پاؤں تو میں بھی کچھ عرض کروں۔'' ایک کوا بولا۔

''بولو، کیا کہنا چاہتے ہو۔'' شیر نے کہا۔

''انسانوں نے نہایت خطرناک قسم کے ہتھیار بنائے ہیں، جو پلک جھپکتے میں ہزاروں کو موت کی نیند سلا دیتے ہیں۔ وہ بے دھڑک ان کا استعمال کرتے ہیں اور اپنے جیسے ہزاروں انسانوں کو مار ڈالتے ہیں۔

کوا رُکا تو شیر بولا: ''یہ ہے ان کی درندگی کا حال۔ جو وہ ہم کو درندہ اور خونخوار کہتے ہیں، مگر ہم تو اپنے جیسے کسی جانور کا شکار کبھی نہیں کرتے۔ کوئی شیر کسی شیر کو، کوئی بھیڑیا کسی بھیڑیے کو نہیں مارتا، مگر یہ انسان ایسی درندگی کے بعد بھی اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔''

''میں کچھ عرض کروں، اجازت ہے؟'' ایک اُلو نے پوچھا۔

''اجازت ہے۔''

''بادشاہ سلامت! انسانوں کے بارے میں جو باتیں کہی گئی ہیں، وہ غلط نہیں ہیں، مگر سب انسان ایک جیسے نہیں ہوتے۔ ان میں بڑی تعداد میں بہت اچھے انسان بھی ہوتے ہیں، جو تمام انسانوں کی بھلائی اور بہتری کے لیے اچھے اچھے کام کرتے ہیں اور بُرے انسانوں کو بُری باتوں سے روکنے کے لیے بڑی جدوجہد کرتے ہیں۔ ان کی بے شمار اچھی باتیں ہیں، جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتے ہیں۔''

دربار ختم ہونے کے بعد بندر اور بندریا بہت خوش خوش اپنے گھر لوٹے۔ بندر بولا: ''دیکھو ہماری نیکی کی بادشاہ نے بھی تعریف کی۔ تم خواہ مخواہ ڈر رہی تھیں۔''

''ہاں، اللہ کی مہربانی سے ہمارے بچے پر کوئی آنچ نہیں آئی۔''

دونوں اپنے بچوں کی طرح اس انسانی بچے کو بھی پالنے لگے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ بچہ بڑا ہونے لگا اور بندر کے بچوں کے ساتھ کھیلنے کودنے لگا۔ اب وہ اسے مختلف قسم کے پھل لا کر کھلانے لگے۔ یہ بچہ بھی بندر کے بچوں کی طرح پیروں اور ہاتھوں کے سہارے بھاگنے دوڑنے اور درختوں کی شاخوں پر اُچھلنے کودنے لگا۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب وہ اپنی خوراک کا بندوبست خود کرنے لگا اور جہاں اس کا جی چاہتا، اکیلے آنے جانے لگا۔ جنگل کے جانور بھی اسے اپنے جیسا جانور سمجھنے لگے تھے۔

ایک دن ایک شکاری کا گزر اس جنگل کی طرف ہوا تو اچانک اس کی نظر اس انسان نما جانور پر پڑی: ''ارے! یہ کیسا بندر ہے۔ اس کی شکل و صورت تو بالکل انسانوں جیسی ہے۔'' اس نے دل ہی دل میں کہا۔ وہ ایک جگہ چھپ کر اسے دیکھنے لگا۔

یہ یقیناً انسان ہے، لیکن اس کی پرورش جنگلی جانوروں کے درمیان ہوئی ہے۔ اس نے سوچا کہ اسے پکڑ کر انسانوں کی آبادی میں لے جانا چاہیے، تاکہ وہ دوبارہ انسان بن سکے، مگر اسے پکڑنا بڑا مشکل کام تھا۔ وہ انسانی بندر اسے دیکھتے ہی بھاگ جاتا تھا۔

شکاری نے یہ ترکیب نکالی کہ پھل اور کھانے کی مختلف چیزیں لا کر زمین پر ڈال دیتا اور چھپ کر اس پر نظر رکھتا۔ اس کے ساتھ دوسرے بندر بھی وہاں آنے لگے۔ کئی دنوں کے بعد شکاری کھانے کی کچھ ایسی چیزیں لایا، جن میں اس نے بے ہوشی کی دوا ملا دی تھی۔ انھیں

کھا کر جب سارے بندر بے ہوش ہو گئے تو شکاری نے اس انسان نما بندر کو اُٹھا کر اپنی جیپ میں ڈالا اور اپنے شہر لے آیا۔ اب اس نے اسے دوبارہ انسان بنانے کے تمام جتن کر ڈالے۔ اسے نہلایا اور انسانوں جیسے کپڑے پہنائے۔ اسے کھانے پینے کی اچھی اچھی چیزیں دینے لگا۔ اس کے سونے کے لیے آرام دہ بستر کا بندوبست کیا، مگر یہ سب اس کو اچھا نہیں لگتا تھا، وہ اور خوں خاں کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا۔

شکاری نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح وہ اس کی بات سمجھنے لگے اور اپنی بات سمجھانے لگے، مگر اس کی ساری کوشش بے کار ثابت ہوئی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اسے انسانوں کی کوئی بات پسند ہی نہیں اور نہ وہ انسانوں کے ساتھ رہنا چاہتا ہے۔ شکاری نے اسے اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ اس کے باوجود ایک دن موقع ملتے ہی وہ انسانوں کی بستی سے جنگل کی طرف بھاگ گیا، جہاں اس کے ماں باپ اس کے بغیر اداس اور اس کے تھے۔

☆☆☆

اس بلاعنوان انعامی کہانی کا اچھا سا عنوان سوچیے اور صفحہ ۶۳ پر دیے ہوئے کوپن پر کہانی کا عنوان، اپنا نام اور پتا صاف صاف لکھ کر ہمیں **۱۸-مارچ ۲۰۱۵ء تک** بھیج دیجیے۔ کوپن کو ایک کاپی سائز کاغذ پر چپکا دیں۔ اس کاغذ پر کچھ اور نہ لکھیں۔ اچھے عنوانات لکھنے والے تین نونہالوں کو انعام کے طور پر کتابیں دی جائیں گی۔ نونہال اپنا نام پتا کوپن کے علاوہ بھی علاحدہ کاغذ پر صاف صاف لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو انعامی کتابیں جلد روانہ کی جا سکیں۔

نوٹ: ادارۂ ہمدرد کے ملازمین اور کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔

معلومات افزا

انعامی سلسلہ ۲۲۱ | سلیم فرخی

معلومات افزا کے سلسلے میں حسب معمول ۱۶ سوالات دیے جا رہے ہیں۔ سوالوں کے سامنے تین جوابات بھی لکھے ہیں، جن میں سے کوئی ایک صحیح ہے۔ کم سے کم گیارہ صحیح جوابات دینے والے نونہال انعام کے مستحق ہو سکتے ہیں، لیکن انعام کے لیے سولہ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کو ترجیح دی جائے گی۔ اگر ۱۶ صحیح جوابات دینے والے نونہال ۱۵ سے زیادہ ہوئے تو پندرہ نام قرعہ اندازی کے ذریعے سے نکالے جائیں گے۔ قرعہ اندازی میں شامل ہونے والے باقی نونہالوں کے صرف نام شائع کیے جائیں گے۔ گیارہ سے کم صحیح جوابات دینے والوں کے نام شائع نہیں کیے جائیں گے۔ کوشش کریں کہ زیادہ سے زیادہ جوابات صحیح دیں اور انعام میں ایک اچھی سی کتاب حاصل کریں۔ صرف جوابات (سوالات نہ لکھیں) صاف صاف لکھ کر کوپن کے ساتھ اس طرح بھیجیں کہ ۱۸۔ مارچ ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ کوپن کے علاوہ علاحدہ کاغذ پر بھی اپنا مکمل نام پتا بہت صاف لکھیں۔ ادارہ ہمدرد کے ملازمین / کارکنان انعام کے حق دار نہیں ہوں گے۔ ☆

۱۔ حضور اکرمؐ کے زمانے میں .... ایران کا بادشاہ تھا۔ (نوشیرواں عادل ۔ منوچہر ۔ خسرو پرویز)

۲۔ بیت المقدس .... زبان میں یروشلم کو کہتے ہیں۔ (عربی ۔ عبرانی ۔ فارسی)

۳۔ ابن بیطار مشہور مسلمان .... تھے۔ (ماہر فلکیات ۔ ماہر نباتات ۔ ماہر حیوانیات)

۴۔ ۲۶ جولائی .... کو قائد اعظم پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا۔ (۱۹۴۰ء ۔ ۱۹۴۳ء ۔ ۱۹۴۵ء)

۵۔ مشہور کتاب "ظہور پاکستان" .... کی تصنیف ہے۔
(چودھری فضل الہی ۔ چودھری محمد علی ۔ چودھری ظہور الہی)

۶۔ پاکستان کی مشہور جھیل "ہنا" .... میں واقع ہے۔ (ٹھٹھہ ۔ حب ۔ کوئٹہ)

۷۔ قائد اعظم نے کراچی کو پاکستان کا دارالحکومت بنانے کا حکم (آرڈیننس) ۲۲ جولائی .... کو جاری کیا تھا۔
(۱۹۴۷ء ۔ ۱۹۴۸ء ۔ ۱۹۴۹ء)

۸۔ ۱۹۵۴ء میں پاکستان کے .... عالمی عدالت کے جج مقرر ہوئے تھے۔
(مرزا ابوالحسن اصفہانی ۔ سر ظفر اللہ خاں ۔ محمد ایوب کھوڑو)

۹۔ آم کی ایک قسم "........." کہلاتی ہے۔ (گونگا ۔ بہرا ۔ لنگڑا)

۱۰۔ "خامہ" فارسی زبان میں .... کو کہتے ہیں۔ (کرسی ۔ دروازے ۔ قلم)

۱۱۔ .... کا ایک دن ۲۴ گھنٹے اور ۳۸ منٹ کا ہوتا ہے۔ (زمین ۔ مریخ ۔ مشتری)

۱۲۔ "موغادیشو" .... کا دارالحکومت ہے۔ (صومالیہ ۔ بلغاریہ ۔ ایتھوپیا)

۱۳۔ سب سے ہلکی گیس.......... ہے۔ (آکسیجن ۔ ہائیڈروجن ۔ نائٹروجن)

۱۴۔ دنیا کی سب سے لمبی دیوار "........" ہے۔ (دیوارِ برلن ۔ دیوارِ گریہ ۔ دیوارِ چین)

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ "تین میں نہ........ میں" (گیارہ ۔ بارہ ۔ تیرہ)

۱۶۔ جگر مراد آبادی کے اس شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے:

جہلِ خرد نے دن یہ دکھائے گھٹ گئے........ ، بڑھ گئے سائے

(درخت ۔ پہاڑ ۔ انساں)

کوپن برائے معلوماتِ افزا نمبر ۲۳۱ (مارچ ۲۰۱۵ء)

نام : ....

پتا : ....

....

....

کوپن پر صاف صاف نام، پتا لکھیے اور اپنے جوابات (سوال نہ لکھیں، صرف جواب لکھیں) کے ساتھ لفافے میں ڈال کر دفتر ہمدرد نونہال، ہمدرد ڈاک خانہ، کراچی ۷۴۶۰۰ کے پتے پر اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ مارچ ۲۰۱۵ء تک ہمیں مل جائیں۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام بہت صاف لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر جوابات کے صفحے پر چپکا دیں۔

کوپن برائے بلاعنوان انعامی کہانی (مارچ ۲۰۱۵ء)

عنوان : ....

نام : ....

پتا : ....

....

یہ کوپن اس طرح بھیجیں کہ ۱۸ ۔ مارچ ۲۰۱۵ تک دفتر پہنچ جائے۔ بعد میں آنے والے کوپن قبول نہیں کیے جائیں گے۔ ایک کوپن پر ایک ہی نام اور ایک ہی عنوان لکھیں۔ کوپن کو کاٹ کر کاپی سائز کے کاغذ پر درمیان میں چپکا دیں۔

بچوں کے حکیم محمد سعید

شہیدِ پاکستان کی زندگی کی کہانی، خود ان کی زبانی

ایک بہت بڑے انسان کی حقیقی زندگی کے حالات

جس انسان نے اپنی زندگی خود بنائی۔ طبِ مشرقی کے فن کو بلندی پر پہنچایا۔ علم کو پھیلایا۔
نونہالوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ادارے قائم کیے۔ اسکول سے لے کر یونی ورسٹی تک بنائی۔
بچوں کے لیے رسالہ ہمدرد نونہال جاری کیا جو مقبولیت کی بلندی پر پہنچ چکا ہے۔
بچوں کے لیے خود بھی اچھی اچھی کتابیں لکھیں، دوسروں سے لکھوائیں۔
اس کتاب میں اپنی زندگی کے یہ واقعات و حالات شہید حکیم محمد سعید نے
نونہالوں کے اصرار پر خود لکھے ہیں۔
مزے دار اور دل چسپ اندازِ بیان، سچائی کی مہک اور نونہالوں سے محبت کی شگفتگی
کتاب کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ کتاب کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے۔
اس میں شہیدِ پاکستان کی صاحبزادی محترمہ سعدیہ راشد کا مضمون بھی شامل ہے
جس سے کتاب کی دل چسپی بہت بڑھ گئی ہے۔
اندر کے صفحات میں شہید حکیم صاحب کی نوجوانی کی تصویر۔ خوب صورت رنگین سرورق

صفحات : ۷۲ .... قیمت : ۶۰ (ساٹھ) روپے

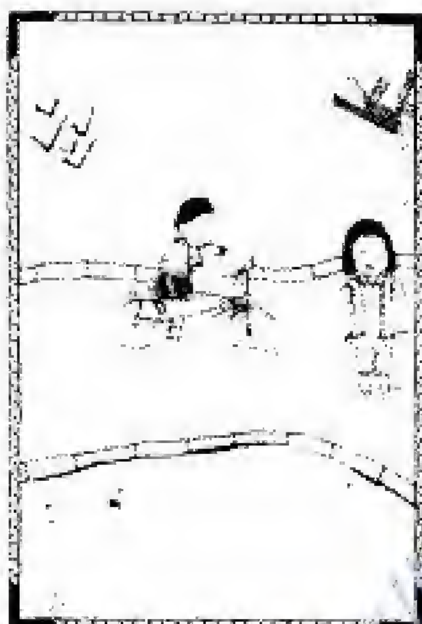
ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان، ہمدرد سینٹر، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی ۔ ۷۴۶۰۰



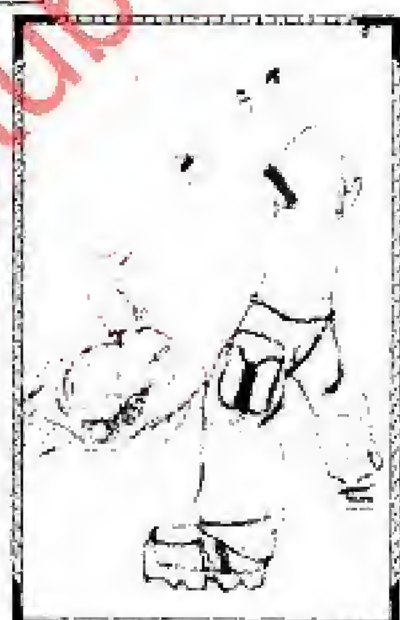
حسان حماد، کراچی



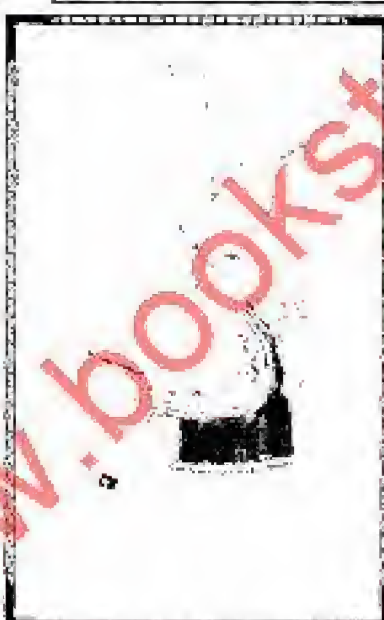
طوبیٰ فاروق حسین شیخ، شکار پور



عشاء یوسف قائم خانی، کھپرو



حسان حماد، کراچی



سیدہ نایاب بتول، ڈیرہ غازی خان

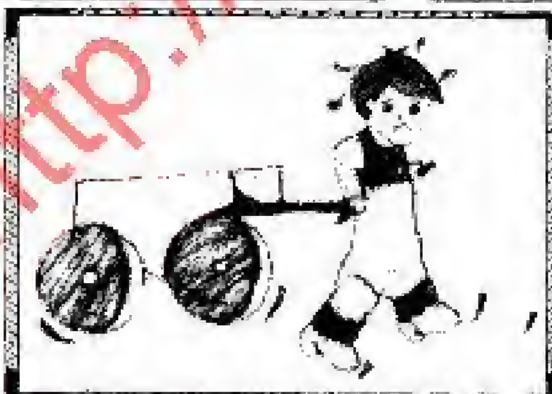


کومل فاطمہ اللہ بخش، لیاری

زین اسلم — نارتھ کراچی



فائزہ کامل — کراچی

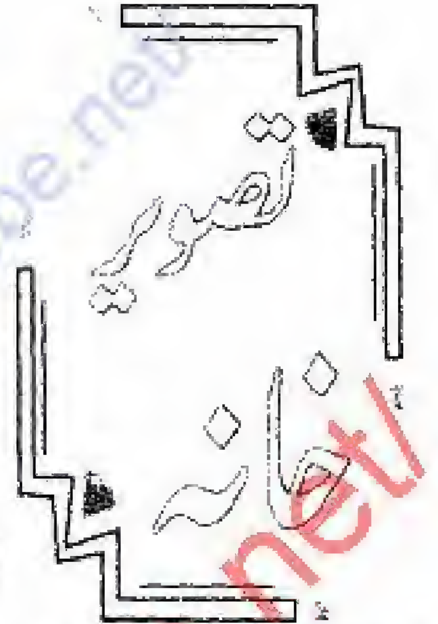


مسکراتی لکیریں

مجسٹریٹ (ملزم کے باپ سے): ''تم نے اپنے بیٹے کی تربیت اچھی کیوں نہیں کی؟''

باپ: ''جناب! تربیت تو اچھی کی تھی، لیکن نالائق پھر بھی پکڑا گیا۔''

لطیفہ: حفظہ لیاقت، گوجرانوالہ





محمد علیان سلیم، سکرنڈ



محمد حذیفہ سلیم، سکرنڈ



یحییٰ الرحمان، میر پور خاص



حذیفہ احمد، کراچی



محمد طلحہٰ، کراچی



محمد آیان فرمان، لانڈھی



فاطمۃ الزہرا، اسلام آباد



انوشہ سلیم الدین، حیدر آباد



زرین سلیم الدین، حیدر آباد

انوار آس محمد



سندھو اپنے باپ کا بہت نافرمان بیٹا تھا۔ اس کی ماں کا انتقال تو اس کے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ وہ اکلوتا تھا، اس لیے باپ کے لاڈ پیار سے وہ بہت بگڑ گیا تھا۔ اس کے باپ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ کم زوری کی وجہ سے وہ بے چارہ زیادہ تر بستر پر پڑا رہتا تھا۔ اس وقت اس کو اپنے بیٹے کی بہت ضرورت تھی، لیکن اب سندھو کو گاؤں چھوڑ کر شہر جانے کی پڑی تھی۔ اس کے باپ نے اسے شہر جانے سے بہت منع کیا، لیکن وہ نہ مانا۔ باپ جانتا تھا کہ سندھو بے وقوف ہے اور شہر میں کام نہیں کر سکتا۔ وہ لوگ کسان ہیں۔ سندھو بس کھیتی باڑی ہی کر سکتا ہے۔

’’بابا! مجھے ہر حال میں شہر جانا ہے۔‘‘ ایک دن سندھو نے آخری فیصلہ سنا ڈالا۔

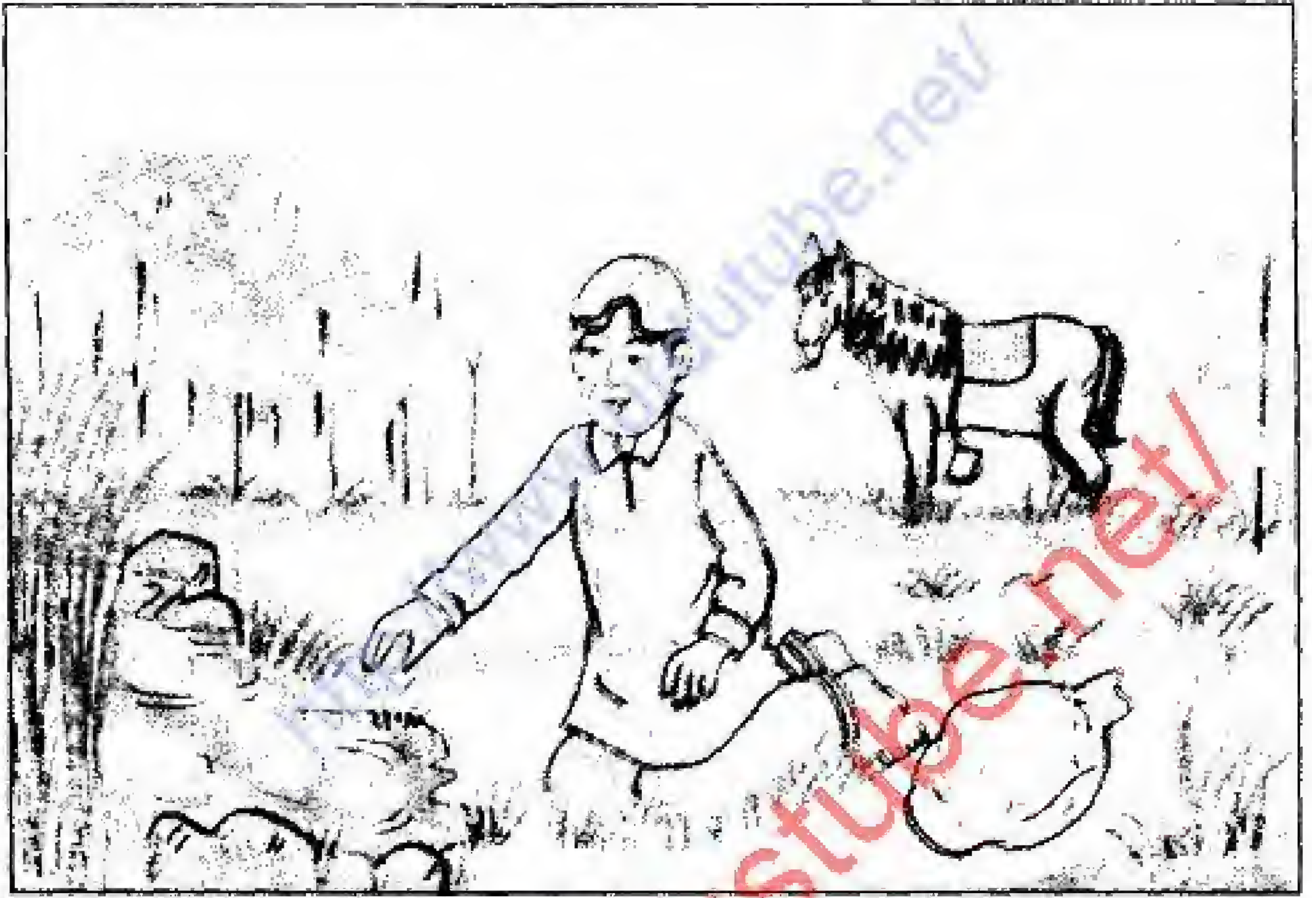
اس کے باپ نے اس سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسے تین نصیحتیں کیں۔ اس نے کہا: ’’بیٹا! اب میں تم کو نہیں روکوں گا، مگر میری تین باتیں یاد رکھنا، پہلی یہ کہ شہر جانے والے راستے میں جنگل پڑتا ہے، تم اس جنگل کے کسی بھی تالاب کا پانی نہ پینا۔ دوسری بات یہ کہ جنگل کے بعد ایک اور گاؤں سے تمھارا گزر ہوگا، اس گاؤں کے لوگوں پر بھروسا نہ کرنا۔ تیسری بات یہ کہ شہر میں میرے بھائی، یعنی اپنے چچا نذیر سے مل لینا۔‘‘ یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا بیٹا اس کی کسی بات پر عمل نہیں کرے گا۔

سندھو کھڑا اپنے باپ کی باتیں بے دلی سے سن رہا تھا۔ ضروری سامان کا تھیلا اس کے کندھے پر لٹکا ہوا تھا۔

’’اچھا بابا! میں چلتا ہوں، اپنا خیال رکھنا۔‘‘ یہ کہہ کر وہ گھر سے نکل گیا۔ جانے سے پہلے اس نے اپنے کھیت بھی فروخت کر دیے تھے۔

شہر جانے کی دُھن میں وہ اپنے گھوڑے پر روانہ ہوا، جب کہ گاؤں سے ایک بس بھی شہر جایا کرتی تھی۔ خوشی میں وہ اپنا گھوڑا تیز دوڑا رہا تھا۔ جلد ہی جنگل آ گیا۔ وہ جلد از جلد جنگل پار کرنا چاہتا تھا۔ گرمی بہت زیادہ تھی۔ اس کا دل چاہا کہ کچھ دیر کسی درخت کی ٹھنڈی چھاؤں میں آرام کر لیا جائے، چناں چہ وہ ایک درخت کے نیچے لیٹ گیا۔

گھوڑا بھی گھاس چرنے لگا۔ تقریباً ایک گھنٹہ آرام کرنے کے بعد وہ اُٹھا تو



اسے پیاس لگی۔ اس نے اپنے ساتھ لایا ہوا پانی پیا تو وہ اسے بہت گرم لگا۔ دھوپ کی شدت سے پانی گرم ہو چکا تھا۔ نزدیک ہی ایک تالاب تھا۔ سندھو کو اپنے باپ کی نصیحت یاد آگئی، اس نے سوچا کہ تالاب کا پانی چکھنا چاہیے۔ اسے ڈر بھی تھا کہ کچھ ہو نہ جائے۔ ڈرتے ڈرتے وہ تالاب کے پاس گیا اور پانی میں ہاتھ ڈال کر دیکھا۔ تالاب کا پانی بہت ٹھنڈا تھا۔ ''اُف اتنا ٹھنڈا پانی'' اس کے منھ سے نکلا۔ پھر کیا تھا، اس نے ہاتھ سے خوب سیر ہو کر تالاب کا پانی پی لیا۔ پانی بہت میٹھا بھی تھا۔ اسے مزہ آ گیا۔ اپنے باپ کی نصیحت اسے بالکل فضول معلوم ہوئی۔ اس نے سوچا کہ بابا بوڑھا کسان تھا۔ اسے کسی چیز کے بارے میں بھلا کیا پتا۔ یہ سوچ کر اس نے دوبارہ اپنا سفر شروع کیا۔ گھوڑا ابھی تازہ دم ہو چکا تھا اور خوب تیز دوڑ رہا تھا۔ جنگل ختم ہونے

ہی والا تھا کہ اچانک اس کو ایک بڑی قے آئی۔ وہ گھوڑے سے بُری طرح گرا۔ اس کا سر ایک جگہ سے پھٹ گیا اور خون بہ نکلا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنی جگہ سے اُٹھا اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا۔ خون روکنے کے لیے اس نے اپنے سر پر کس کر کپڑا باندھ لیا۔ بات دراصل یہ تھی کہ جنگل کے تالاب میں ایسے آبی پودے تھے، جو پانی کو میٹھا کرنے کے ساتھ ساتھ زہریلا بھی کر دیتے تھے۔ جانوروں پر تو اثر نہیں ہوتا تھا، مگر انسانوں کے لیے نقصان دہ تھا۔ اُلٹیاں کر کر کے سندھو کا بُرا حال ہو چکا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر گاؤں کے نزدیک پہنچ کر گر پڑا۔

جب اس کی آنکھ کھلی تو خود کو اس نے ایک جھونپڑی میں پایا۔ وہ کم زوری کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس کے ارد گرد کچھ لوگ کھڑے تھے۔ انھوں نے سندھو کو بتایا کہ وہ پورے ایک دن بے ہوش رہا ہے۔ انھوں نے سندھو سے باتوں باتوں میں معلوم کر لیا کہ وہ کام کی تلاش میں شہر جا رہا ہے۔

''اچھا اچھا، ٹھیک ہے، تم جب تک چاہو یہاں آرام کر سکتے ہو، پھر چلے جانا۔'' ایک دیہاتی نے کہا۔

سندھو اس کی بات سن کر مسکرا دیا۔ وہ دو دن تک اس جھونپڑی میں رہا۔ وہ جھونپڑی گاؤں کے سردار کی تھی۔

دو دن بعد جب سندھو نے وہاں سے نکلنا چاہا تو سردار نے پوچھا: ''شہر میں کیا کرو گے؟''

''جی میں برتنوں کی دکان کھولوں گا۔ سنا ہے وہاں کمائی اچھی ہوتی ہے۔''

سندھو نے کہا۔

''تم تو کسان ہو، تم کو کاروبار کا تجربہ نہیں اور پیسے بھی درکار ہوں گے۔''

سردار نے کہا۔

''پیسے تو ہیں اور کام کروں گا تو تجربہ ہو ہی جائے گا۔'' سندھو نے کہا۔

''ٹھیک کہتے ہو، تم شہر جا کر میرے بیٹے حامد سے مل لینا۔ وہ تمھاری مدد کرے گا۔ یہ لو میرے بیٹے کا پتا ہے۔'' سردار نے کہا اور سندھو کو روانہ کر دیا۔ سندھو سوچ رہا تھا کہ گاؤں کا سردار کتنا اچھا ہے، اس نے میری مشکل آسان کر دی۔

سندھو نے روپے اپنے کُرتے کی اندرونی جیب میں چھپائے ہوئے تھے، لیکن اب وہ سردار کے بیٹے کو تمام رقم دکھا چکا تھا۔

سردار کے بیٹے نے سندھو کو جلد ہی ایک دکان کرائے پر دلوادی اور اسے برتنوں کی خریداری کے لیے ساتھ لے کر چل دیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا اور سندھو کی تمام رقم لے کر فرار ہوگئے۔ سندھو کا بُرا حال ہوگیا۔ وہ بہت پریشان ہوا اور گھبرا گیا کہ اب کیا ہوگا۔ حامد نے اسے دلاسا دیا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس کے بعد وہ لوگ تھانے گئے اور رپورٹ لکھوادی۔

حامد نے سندھو کو یقین دلایا: ''ڈاکو پکڑے جائیں گے تم ابھی ہوٹل جا کر آرام کرو میں کل آ کر تم سے ملوں گا۔''

لیکن وہ پھر کبھی واپس نہ آیا۔ دراصل یہ گاؤں کے سردار کی چال تھی۔ انھوں نے ہی سندھو کو لوٹا تھا۔ اب سندھو کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ ہوٹل والوں نے بھی اس کو پیسے نہ

ہونے کی وجہ سے نکال دیا۔ جو دکان اس نے کرائے پر لی تھی، وہ بھی مالک نے واپس لے لی۔

اب سندھو خالی ہاتھ تھا۔ اب اس کو اپنے باپ کی نصیحتیں یاد آ رہی تھیں۔ اس نے اپنی عادت کے مطابق اپنے باپ کی بات نہ مان کر نقصان اُٹھایا تھا۔ اسے شدت سے باپ کی یاد آ رہی تھی۔ اب یہ احساس ہو رہا تھا کہ اسے اپنے بیمار باپ کی تیمار داری کرنا چاہیے تھی، مگر وہ دولت کی لالچ میں اندھا ہو گیا تھا۔

اب اس نے واپس گاؤں جانے کی ٹھانی اور سوچا کہ ہمیشہ باپ کی خدمت کروں گا۔ وہ ایک نئے عزم سے اُٹھا، لیکن اب اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ گھوڑا بھی فروخت کر چکا تھا۔ پھر اسے یاد آیا کہ اس کے باپ نے اپنے بھائی نذیر سے ملنے کو کہا تھا۔ اس بار اس نے ویسا ہی کیا اور پیدل ہی اپنے چچا سے ملنے چلا گیا۔ نذیر چاچا نے اس کا پُرتپاک استقبال کیا اور اس سے پہلے کہ سندھو کچھ کہتا، نذیر چاچا نے اسے بتایا کہ تمھارے باپ کی طرف سے ایک خط ملا تھا، جس میں لکھا تھا کہ میرا بیٹا لُٹ کر تمھارے پاس آئے گا اور تم اس کو کچھ پیسے دے کر واپس میرے پاس گاؤں بھیج دینا۔

سندھو کا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے۔ بس پھر وہ وہاں ایک پل نہ رُکا اور نذیر چاچا سے کچھ پیسے لے کر واپس اپنے گاؤں جانے والی بس میں بیٹھ گیا۔ آٹھ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ واپس اپنے گھر پہنچ چکا تھا، جہاں اب تالا لگا ہوا تھا۔

سندھو کو دیکھ کر اس کے پڑوسی نے بتایا کہ اس کے جانے کے ایک ہفتے بعد ہی

اس کے باپ کا انتقال ہو گیا تھا اور مرتے وقت وہ سندھو کو بہت یاد کر رہا تھا۔

''سندھو! تمھارا باپ تم سے بہت پیار کرتا تھا۔'' پڑوسی نے کہا اور وہاں سے چلا گیا۔

سندھو پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ وہ بوجھل قدموں سے پڑوسی کے ساتھ اپنے باپ کی قبر پر آیا اور زار و قطار رونے لگا، مگر اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ سندھو کی دنیا اُجڑ چکی تھی۔ باپ کی قبر کے نزدیک ایک گھنے درخت کا ٹھنڈا سایہ سندھو پر پڑ رہا تھا۔ اسے لگا جیسے اس کا باپ اسے تسلیاں دے رہا ہو۔ ☆

آپ کی تحریر کیوں نہیں چھپتی؟

اس لیے کہ تحریر: ◆ دل چسپ نہیں تھی۔ ◆ با مقصد نہیں تھی۔ ◆ طویل تھی۔ ◆ صحیح الفاظ میں نہیں تھی۔ ◆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ◆ پنسل سے لکھی تھی۔ ◆ ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ◆ نام اور پتا صاف نہیں لکھا تھا۔ ◆ اصل کے بجائے فوٹو کاپی بھیجی تھی۔ ◆ نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ◆ پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔ ◆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ◆ نصابی کتاب سے نقل کی تھی۔ ◆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔

تحریر چھپوانے والے نونہال یاد رکھیں کہ

◆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا صاف صاف لکھا ہو۔ ◆ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر ہرگز نہ لکھیے۔ ◆ تحریر بھیجنے سے پہلے یہ نہ پوچھیں کہ ''کیا یہ چھپ جائے گی؟'' ◆ مختصر صاف لکھی ہوئی تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ◆ نظم کسی بڑے سے اصلاح کر کے بھیجیے۔ ◆ نونہال مصور کے لیے تصویر کم از کم کاپی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ◆ تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے بلکہ تصویر کے پیچھے لکھیے۔ ◆ تصویر خانہ کے لیے بھیجی گئی تصویریں جب ماہرین مسترد کر دیتے ہیں تو وہ ضائع ہو جاتی ہیں۔ واپس منگوانا چاہتے ہوں تو پتے کے ساتھ جوابی لفافہ ساتھ بھیجیے۔ ◆ تصویر کے پیچھے بچے کا نام اور جگہ کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا صحیح نام ضرور لکھیے۔ ◆ ہنسی گھر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ لطیفے گھسے پٹے نہ ہوں۔ ◆ روشن خیالات کے لیے ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ◆ قول بہت مشکل نہ ہو۔ ◆ علم دریچے کے لیے جہاں سے بھی کوئی ٹکڑا لیا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام ضرور لکھیے۔ ◆ تحریر کسی مخصوص فرقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ◆ طنزیہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا دل دکھانے والا نہ ہو۔ ◆ نونہال بلا عنوان کہانی نہ بھیجیں۔ ◆ تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے تاکہ چھپنے کے بعد ملا کر دیکھیں کہ تحریر میں کیا کیا تبدیلی کی گئی ہے۔ ◆ اشاعت سے معذرت میں صرف کہانیوں اور مضامین کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ◆ باقی چھوٹی تحریریں ناقابلِ اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ◆ تحریر، تصویر وغیرہ ارسال کرنے کا طریقہ وہی ہے جو خط بھیجنے کا ہے۔ ◆ کوپن اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے۔ ◆ اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔ (ادارہ)



نونہال ادیب

لکھنے والے نونہال

فائزہ کامل، کراچی — سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان

یسریٰ حبیب، کراچی — عزہ راؤ عبدالغفار، کراچی

محمد شہریار گوندل، بہاول نگر — اویس نور ل گڈانی میر پور ماتھیلو

بلال سہیل، کراچی

مینارِ پاکستان

فائزہ کامل، کراچی

مینارِ پاکستان ایک تاریخی یادگار کے ساتھ ساتھ ایک بہترین تفریح گاہ بھی ہے۔

مینارِ پاکستان کا ڈیزائن ترکی میں رہنے والے ایک مشہور روسی مسلمان انجینئر ''نصرالدین مرات خان'' نے تیار کیا تھا۔ میاں عبدالخالق اینڈ کمپنی نے اسے تعمیر کیا۔

تعمیر کا کام ۲۳ مارچ ۶۰ء سے شروع ہوا اور ۲۶ جولائی ۱۹۶۷ء کو مکمل ہوا۔ اس مینار کا افتتاح بھی عوام نے کیا۔ اس میں استعمال ہونے والا تعمیری سامان پاکستانی ہے۔ یہ مینار ۱۹۶ فیٹ ۱۶ انچ بلند ہے۔ مینار کا نچلا حصہ پنکھڑیوں والے پھول کی شکل کا ہے۔ مینار کے اوپر جانے کے لیے سیڑھیوں کے علاوہ لفٹ بھی لگائی گئی ہے۔

مینار کے ساتھ ایک بہت بڑا پارک ہے جس میں شالیمار باغ کی طرح کے فوارے اور چبوترے بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر مختلف قسم کے پودے اور درخت ہیں۔ اس پارک اور مینار پر روشنی کا خاص انتظام کیا گیا ہے اور رات کے وقت یہ تمام علاقہ روشنیوں کا ایک خوب صورت منظر پیش کرتا ہے۔

مینار سے لاہور شہر کا نظارہ بہت خوب صورت لگتا ہے۔ ہر سال ۲۳ مارچ کو مینار رنگ برنگی روشنیوں سے دلہن کی طرح سجایا جاتا ہے جسے دیکھنے کے لیے نہ صرف لاہور، بلکہ دوسرے شہروں سے بھی لوگ آتے ہیں۔

عقل مند کسان

یسریٰ حبیب، کراچی

ایک کسان بہت اچھے اخلاق کا مالک تھا۔ گاؤں میں سیلاب آنے کی وجہ سے اس کی فصل خراب ہوگئی اور زمین کاشت کے قابل نہ رہی۔ اس نے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے گھر کا سارا سامان ختم ہوگیا۔ اب اس کے پاس صرف ایک مرغا تھا۔ اس نے مرغے کو حلال کیا اور اپنی بیوی سے کہا: ''ہمارے پاس اس مرغے کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں بچی، ذرا اسے پکالو۔''

اس کی بیوی نے کہا: ''کیسے پکالوں، نہ گھر میں تیل ہے نہ مسالا۔''

اچانک کسان کو خیال آیا کہ وہ یہ مرغ گاؤں کے چودھری کو تحفے کے طور پر پیش کر دے۔ چودھری اسے کچھ نہ کچھ ضرور دے گا، جس سے اس کا چند دن گزارا ہو جائے گا۔ اس نے جلدی سے مرغے کو اُٹھایا اور چودھری کی حویلی کی طرف چل پڑا۔ گاؤں کا چودھری بہت اچھا انسان تھا۔ کسان نے ذبح کیا ہوا مرغا چودھری کو دیا تو اس نے کہا: ''بھئی ہم سب گھر والے کُل ملا کر چھے لوگ ہیں۔ ایک میں، ایک میری بیوی، دو میری بیٹیاں اور دو میرے بیٹے۔ تم یہ مرغا ہم سب میں انصاف کے ساتھ تقسیم کر دو۔''

کسان بہت عقل مند تھا۔ اس نے مرغے کا سر چودھری کو دے کر کہا: ''جناب والا! آپ چوں کہ اس گھر کے سرپرست ہیں اور سرپرست کا سر ہمیشہ اونچا رہتا ہے، اس لیے مرغے کا سر آپ کا ہوا۔''

گردن چودھرائن کو دے کر کہا: ''چوں کہ

آپ چودھری صاحب کی بیگم ہیں اور چودھری صاحب کی گردن پر ذمے داریوں کا جو بوجھ ہے، وہ کم کرتی ہیں اس لیے یہ گردن آپ کے لیے۔"

دونوں ٹانگیں کاٹ کر دونوں بیٹوں کو دے دیں: "بیٹو! یہ دونوں ٹانگیں آپ کے لیے ہیں، کیوں کہ آپ دونوں چودھری صاحب کی ٹانگیں ہیں اور بڑے ہو کر اپنے والد صاحب کا سہارا بنو گے۔"

پھر دونوں "پر" کاٹ کر لڑکیوں کو دے کر کہا: "آپ کی مثال پروں جیسی ہے، کیوں کہ انھی پروں سے اُڑ آپ کو اپنے اصل گھر جانا ہے اور ان شاء اللہ آپ وہاں اپنے خاندان کا سر نیچے نہیں جھکنے دیں گی۔"

چودھری صاحب اس تقسیم سے بہت خوش ہوئے اور اپنے مرغے کا حصہ کسان کو دے دیا۔ اس کے علاوہ بہت سارا انعام دے کر رخصت کر دیا۔

شیخ سعدی کی حکایات

محمد شہریار گوندل، بہاول نگر

شیخ سعدی کا اصل نام ابو محمد مصلح الدین مشرف ابن عبداللہ تھا۔ وہ ۱۱۸۴ء میں شیراز میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے اسلام، سائنس، تاریخ، عربی اور ادب کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مکہ اور مدینہ سمیت کئی جگہوں کی سیاحت بھی کی۔

شیخ سعدی کو عالمی شہرت ان کی دو کتابوں "بوستاں" اور "گلستاں" نے دی۔ یہ کتابیں آپ کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہیں۔

شیخ سعدی کے کچھ اقوال یہ ہیں:

☆ جو طالب علم استاد کی سختیاں نہ جھیلے، اسے زمانے کی سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں۔

☆ اگر روزی کا انحصار عقل پر ہوتا تو بے وقوف ہمیشہ تنگ دست رہتے۔

☆ دشمن سے ہر وقت بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمھاری تعریف کرے۔

☆ عمر کی درازی کا راز صبر اور قناعت میں پوشیدہ ہے۔

☆ اگر چڑیوں میں اتحاد ہو جائے تو وہ شیر کی کھال اُتار سکتی ہیں۔

شیخ سعدی نے مختصر اور جامع اخلاقی کہانیاں دل کو چھو لینے والے انداز میں بیان کی ہیں۔ ان کی ایک حکایت میں بیان ہے کہ ایک مرید نے اپنے مرشد سے کہا: ''لوگ مجھے تنگ کرتے ہیں اور بے وقت آ کر میرا وقت ضائع کرتے ہیں۔''

مرشد نے کہا: ''ان میں سے جو غریب ہیں، انھیں قرض دے دو اور جو امیر ہیں ان سے کچھ مانگ لو، پھر کوئی تمھارے پاس نہ آئے گا۔''

ایک اور حکایت لکھتے ہیں کہ ایک مسافر ریگستان میں راستہ بھول گیا۔ بدقسمتی سے اس کے پاس کھانا بھی ختم ہو گیا۔ وہ بھوک سے مرنے لگا۔ اس کے پاس ڈھیر سارا سونا اور چاندی تھی۔ اس نے ریت پر سونا اور چاندی بکھیر کر یہ جملہ لکھ دیا: ''مال و دولت سے پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر سونے کی جگہ میرے پاس شلجم ہوتا تو وہ زیادہ بہتر تھا۔''

ان کی وفات سے متعلق مختلف روایات جن کے مطابق شیخ سعدی ۱۲۸۳ء یا ۱۲۹۱ء کو وفات پا گئے۔ آپ کا مزار ایران کے شہر شیراز میں ہے۔

آئس کریم

سیدہ مبین فاطمہ عابدی، پنڈ دادن خان

گرمیوں کا مہینا شروع ہوتے ہی جو چیز چھوٹوں اور بڑوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے وہ ٹھنڈی ٹھنڈی اور خوش ذائقہ آئس کریم ہے۔ چھوٹے ہی نہیں بڑے بھی اس کے دیوانے ہوتے ہیں۔ یہ مختلف رنگوں اور ذائقوں میں ملتی ہے اور تمام گرمیوں لطف دیتی ہیں۔ چین کے لوگ صدیوں پہلے دودھ اور برف کو جما کر آئس کریم بناتے تھے۔ ۱۲۷۱ء میں مارکو پولو اپنے بھائی اور والد کے ساتھ

چین آیا تو اس نے حیرت سے دیکھا کہ چین میں ہر جگہ جمی ہوئی برف بک رہی ہے۔ دراصل یہ جمی ہوئی برف دودھ اور پھلوں کا عرق تھا۔ مارکوپولو اس تحفے کو اٹلی لایا۔ اس طرح مارکوپولو نے سات سو برس پہلے سفر کرتے ہوئے دنیا کو آئس کریم کا تحفہ دیا۔

پھر یہ پورے یورپ میں مشہور ہوگئی۔ حکمران برف پوش پہاڑوں سے لائی ہوئی برف میں شہد اور پھلوں کا رس شامل کر کے کھاتے تھے۔ ۱۶۷۰ء میں فرانس کے ایک باشندے نے پیرس میں پہلی مرتبہ آئس کریم بار کھولا۔ پھر تو پوری دنیا میں آئس کریم بار کھلنے لگے۔ سترہویں صدی میں آئس کریم امریکا میں ایک پسندیدہ چیز بن گئی۔

۱۸۵۱ء میں امریکا میں پہلی مرتبہ آئس کریم کا پلانٹ لگایا گیا۔ یوں آئس کریم امریکا اور پوری دنیا کے گھروں میں کھائی جانے لگی۔ اچھی آئس کریم کیلشیئم، پروٹین، وٹامن اے اور فاسفورس کی کمی کو پورا کرتی ہے۔

آئس کریم گرمیوں میں بہت زیادہ کھائی جاتی ہے، لیکن اس کے دیوانے اسے گرمیوں اور سردیوں دونوں موسموں میں کھاتے ہیں۔ آج کل دنیا کے ہر ملک میں ہزاروں آئس کریم کی دکانیں ہیں، چاہے کوئی بھی موقع یا تقریب ہو آئس کریم کا ہونا لازمی ہوگیا ہے، کیوں کہ بچے اور بڑے سبھی آئس کریم کو خوش ہو کر کھاتے ہیں۔ خاص کر بچے تو بہت خوش ہو کر کھاتے ہیں، لیکن آئس کریم کا بہت زیادہ کھانا بھی صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا، اس لیے چھوٹے بڑے سب کو چاہیے کہ اس کو مناسب مقدار میں کھائیں جو کہ صحت کے لیے بھی بہتر ہے۔

ایان میاں کا وعدہ

حمزہ راؤ عبدالغفار، کراچی

گھر کے سب لوگ ڈرائنگ روم میں بیٹھے شام کی چائے پی رہے تھے کہ اچانک

ہانیہ کی تیز آواز آئی: ''دادا جان......!
دادا جان......! یہ دیکھیں۔''

سب کی نظریں دروازے کی طرف لگ گئیں۔ اگلے ہی لمحے ہانیہ ایک ہاتھ میں ایک کاغذ لہراتی بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئی، اس کے پیچھے پیچھے ایان بھی بھاگتا ہوا آیا۔ ہانیہ دوڑ کر دادا جان کے پاس بیٹھ گئی اور ہنستے ہوئے بولی: ''یہ دیکھیں، دادا جان! ایان بھیا کی اس ہفتے کی ٹیسٹ رپورٹ۔''

ایان گھبرایا ہوا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ہانیہ سے رپورٹ کیسے لے۔

دادا جان نے ہانیہ کے ہاتھ سے رپورٹ لی اور عینک درست کر کے پڑھنے لگے۔ سب کی نظریں دادا جان کے چہرے پر لگی ہوئی تھیں۔ جو توجہ سے رپورٹ پڑھ رہے تھے۔

''ہوں......'' آخر دادا جان نے سر اُٹھایا: ''کیا بات ہے ایان میاں! اتنے کم نمبر! آپ تو پڑھائی میں کافی تیز تھے۔''

''وہ......وہ......دادا جان!'' ایان ہکلایا۔

''وہ وہ کیا؟'' اتنی تیز آواز گونجی: ''صاف جواب دو میاں صاحبزادے! تمھاری توجہ ان دنوں رسالوں اور کہانیوں پر زیادہ ہے، اس لیے پڑھائی کیا خاک کرو گے۔''

''جی دادا جان!'' ہانیہ کی آواز آئی: ''ایان بھیا کی الماری ڈھیروں رسالوں اور کہانیوں سے بھری ہوئی ہے۔ جب دیکھو انھی میں گم ہوتے ہیں۔'' ہانیہ کہتی چلی گئی۔

ایان نے ہانیہ کو گھورا اور بولا: ''دادا جان! بچوں کے رسالے اور کہانیاں وغیرہ پڑھنا کوئی بُری بات تو نہیں ہے۔ ان سے معلومات میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور اردو بھی اچھی ہو جاتی ہے۔''

دادا جان بولے: ''بالکل ٹھیک کہا آپ نے ایان بیٹا! لیکن یہ بھی تو دیکھیں کہ اگر آپ پورا دن انھی رسالوں اور کہانیوں کے لیے وقف کر دیں گے تو پڑھائی کب کریں گے اور

ھیں گے نہیں تو ڈاکٹر کیسے بنیں گے۔"

"تو دادا جان! کیا میں رسالے پڑھنا چھوڑ دوں؟" ایان نے پوچھا۔

"نہیں بیٹا!" دادا جان نے جواب دیا: یہ میں نے کب کہا؟ اعتدال کے ساتھ پڑھو۔ کھیل، پڑھائی ، آرام، رسالے، غیر نصابی کتب اور دیگر معمولات سب کو مناسب وقت دو اور پڑھائی کے وقت توجہ سے پڑھو، ان شاء اللہ تم کام یاب رہو گے۔"

کچھ دیر خاموشی رہی پھر ایان نے کہا: "ٹھیک ہے دادا جان! میں ایسا ہی کروں گا اور اگلی بار آپ کو بہت اچھی ٹیسٹ رپورٹ دوں گا۔"

دادی جان نے ایان کو چمکارتے ہوئے کہا: "بڑا سمجھ دار ہے میرا بیٹا، خدا خوش رکھے۔"

ایان نے دادا جان کی طرف دیکھ کر کہا: "دادا جان! آپ یہ رپورٹ ابو کو تو نہیں دکھائیں گے نا؟"

دادا جان نے جواب دیا: "آپ بالکل فکر مت کریں ایان میاں! آپ کے ابو کو تو ہم اس رپورٹ کی ہوا بھی نہیں لگنے دیں گے۔"

ایان نے ہانیہ کو گھورتے ہوئے کہا: "ہانیہ کو بھی منع کریں نا، دادا جان!"

ہانیہ نے شرارت سے ایان کو دیکھا اور بولی: "ہاں میں بھی نہیں بتاؤں گی اگر آپ مجھے دو عدد مزے دار چاکلیٹ کھلانے کا وعدہ کریں تو۔"

ایان نے کچھ دیر سوچا اور پھر بولا: "چلو ٹھیک ہے، وعدہ رہا۔" اس کے ساتھ ہی کمرے میں سب کے قہقہے گونجنے لگے۔

آگے بڑھنا ہے

شاعر: اویس نورل گڈانی میر پور ماتھیلو

اک وعدہ آج یہ کرنا ہے
ہمیں مل کر آگے بڑھنا ہے
ہم غفلت کی نیند سوئے بہت
اس نیند سے ہمیں اب جگنا ہے
علم کا زیور پہنیں گے ہم
شوق سے ہمیں اب پڑھنا ہے

ہر منزل کو اب چھونا ہے
بس قدم بڑھا کے چلنا ہے
قدر کرو تم وقت کی اولیں
گر ترقی کے زینے پر چڑھنا ہے
ہمیں مل کر آگے بڑھنا ہے
وعدہ پورا کرنا ہے

جیمس کی توبہ

بلال سہیل، کراچی

جیمس کافی دنوں سے بے روزگار تھا۔ اس نے ہر جگہ کوشش کی تھی، یہاں تک کہ قصبے سے باہر جا کر بھی کام ڈھونڈا، اگرچوں کہ وہاں اسے کوئی جانتا نہ تھا، اسی لیے اسے ہر کسی نے کام دینے سے انکار کر دیا۔ ایک دن وہ اور اس کا دوست ایک جگہ بیٹھے تھے۔ جیمس نے اپنے دوست کو اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ اس کا دوست کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا: ''آہا، تمھارے مسئلے کا حل مل گیا۔ پھر اس نے جیمس کے کان میں کچھ کہا تو وہ مسکرانے لگا۔

چند دن بعد جیمس کے گھر کے باہر ایک بورڈ لگا نظر آیا، جس پر لکھا تھا: ''مسٹر جیمس سے ہر مسئلے کا حل معلوم کریں۔'' کچھ ہی دنوں میں پورے شہر میں مشہور ہو گیا کہ مسٹر جیمس ہر مسئلے کا حل بتاتے ہیں۔ صبح سویرے ایک آدمی جیمس کے پاس آیا اور بولا: ''مسٹر جیمس! میرا گھوڑا گم ہو گیا ہے، بتائیں میں اسے کہاں تلاش کروں۔''

جیمس نے کہا: ''ہمارے قصبے سے مشرق کی طرف ایک گھاس سے بھرا میدان ہے۔ تمھارا گھوڑا یقیناً وہیں ہوگا۔''

وہ شخص بہت خوش ہوا اور جیمس کو فیس ادا کر کے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک بڑھیا جیمس کے پاس آئی اور بولی: ''بیٹا! کیا تم مجھے گلاب پور گاؤں کا راستہ بتا سکتے ہو۔''

جیمس بولا: ''اماں جی! گلاب پور تو ہمارے قصبے سے شمال کی طرف واقع ہے۔''

بڑھیا نے جیمس کا شکریہ ادا کیا اور فیس دے کر چلی گئی۔

''مسٹر جیمس'' کسی نے زور سے آواز دی۔

جیمس نے گھر سے نکل کر دیکھا تو ایک عورت تیزی سے اس کے پاس چلی آ رہی تھی۔

قریب آ کر وہ بولی: ''مسٹر جیمس! میری بیٹی کا ہاتھ جل گیا ہے، بتائیں میں کیا کروں؟''

جیمس نے پوچھا: ''تمھاری بیٹی کا ہاتھ آگ سے جلا ہے؟''

عورت بولی: ''ہاں۔''

جیمس نے مشورہ دیا: ''آگ گرم ہوتی ہے، اس لیے تم اس کا ہاتھ ٹھنڈے پانی سے دھلاؤ، دیکھنا تمھاری بیٹی کا زخم جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا۔'' وہ عورت بہت خوش ہوئی، اس نے جیمس کی فیس ہاتھ میں پکڑائی اور تیزی سے وہاں سے نکل گئی۔

دوپہر کے کھانے کا وقت ہو گیا تھا، جیمس نے گھر کا دروزاہ بند کیا اور ہوٹل کی جانب چل پڑا۔ ابھی وہ تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک آدمی دوڑتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اس کی سانس بُری طرح پھولی ہوئی تھی۔

''کیا آپ ہی مسٹر جیمس ہیں۔'' اس نے پھولی ہوئی سانسوں میں پوچھا۔

جیمس نے ہاں میں سر ہلایا۔

اس آدمی نے اپنی سانس درست کی اور پھر بولا: ''مسٹر جیمس! میری بھینس نہر میں گر گئی ہے، بتائیں ہم اُسے کس طرح نکالیں۔''

جیمس نے کہا: ''یہ تو بہت ہی آسان سی بات ہے، تم لوگوں میں سے کوئی ایک شخص نہر میں اُتر کر بھینس کی گردن، پیٹ یا کسی ایک ٹانگ میں رسی کا ایک سرا باندھ آئے، پھر تم سب مل کر زور لگاؤ، اس طرح تمھاری بھینس باہر آ جائے گی۔''

اس آدمی نے جیمس کا شکریہ ادا کیا اور فیس دے کر دوڑتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔

اگلی صبح جیمس اپنے گھر میں ناشتا کر رہا تھا کہ اسے گھر کے باہر کچھ شور سنائی گیا۔ وہ اُٹھ کر باہر دیکھنے گیا کہ کیا معاملہ ہے۔ جیسے ہی وہ

گھر سے باہر نکلا، اسے ایک آدمی نے دبوچ لیا۔ یہ وہی آدمی تھا جو جیمس سے اپنے گھوڑے کے بارے میں مشورہ کرنے آیا تھا۔ وہ بولا: ''جعل ساز! تُو نے مجھے مشرق کی طرف بھیجا تھا، گھاس والے میدان کی طرف۔ میں مشرق کی طرف گیا تو مجھے کوئی گھاس سے بھرا میدان بھی نہیں ملا اور اُلٹا میں ریگستان میں بھٹک گیا۔ بڑی مشکلوں سے میں واپس قصبے میں پہنچا ہوں۔ اگر میں بھوک پیاس سے مرجاتا تو؟'' یہ سنتے ہی جیمس کے دماغ میں دھما کا ہوا: '' ارے گھاس سے بھرا ہوا میدان تو جنوب میں واقع ہے۔

بڑھیا بھی آگے بڑھ کر بولی: ''دھوکے باز! تم نے مجھے گلاب پور کا راستہ شمال کی طرف بتایا تھا، میں جیسے ہی شمال کی طرف گئی درندوں کے جنگل میں پھنس گئی۔ مجھے جیسے ہی احساس ہوا کہ میں درندوں کے جنگل میں ہوں، میں فوراً وہاں سے بھاگ آئی۔ اگر مجھے کوئی درندہ کھالیتا تو؟'' یہ کہتے ہوئے بڑھیا نے اپنی لاٹھی اُٹھالی۔

جیمس کے دماغ میں پھر ایک دھما کا ہوا ''گلاب پور تو جنوب میں واقع ہے۔''

اس عورت کی بھی چلانے کی آواز آئی: ''ٹھگ کہیں کے! ٹھنڈے پانی سے زخم دھویا تو میری بیٹی کا ہاتھ مزید خراب ہو گیا۔ اس دھوکے باز نے ہم سب کو غلط مشورے دیے ہیں۔

''اس نے مجھے بھی غلط مشورہ دیا۔'' جو آدمی بھینس نکالنے کے بارے میں مشورہ کرنے آیا تھا، اس نے بھی چلا کر کہا: ''رسی کھینچنے سے بھینس اوپر آنے کے بجائے ایک جھٹکے سے پھر نہر میں گر گئی اور جھٹکا لگنے کی وجہ سے کچھ لوگ بھی نہر میں گر کر زخمی ہو گئے اور ان میں میرا بیٹا بھی تھا۔

بس پھر کیا تھا جیمس کے اوپر لاتوں، مکوں اور گھونسوں کی گویا بارش ہو گئی اس حادثے کے بعد جیمس نے ایسا کوئی بھی کام کرنے سے توبہ کر لی۔ ☆

بیت بازی

تھا کچھ تو خدا تھا، کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
دیا مجھ کو ہونے نے، نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

ر : مرزا غالب   پسند : احمر ملک، ایبٹ آباد

لا درد میں، آفت میں، جنجال میں خوش ہیں
بڑے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

شاعر : ظہیر اکبر آبادی   پسند : محمد جہانگیر عباس جوئیہ

یوں جو تکتا ہے آسماں کو تو
کوئی رہتا ہے آسماں میں کیا؟

شاعر : جون ایلیا   پسند : اختر حمید، ملتان

آیا ہی تھا ابھی مرے لب پر وفا کا نام
کچھ دوستوں نے ہاتھ میں پتھر اٹھالیے

شاعر : قتیل شفائی   پسند : جنید حامد

مری روح کی حقیقت، مرے آنسوؤں سے پوچھو
مرا مجلسی تبسم، مرا ترجماں نہیں ہے

شاعر : مصطفیٰ زیدی   پسند : وہاب انصاری، سکھر

میں زندگی کی دعا مانگنے لگا ہوں بہت
جو ہو سکے تو دعاؤں کو بے اثر کر دے

شاعر : افتخار عارف   پسند : کومل فاطمہ اللہ بخش، کراچی

وحشتیں کچھ اس طرح اپنا مقدر ہو گئیں
ہم جہاں پہنچے، ہمارے ساتھ ویرانے گئے

شاعر : خاطر غزنوی   پسند : محمود احمد، لورالائی

کچھ تو مجبوریاں رہی ہوں گی
یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا

شاعر : بشیر بدر   پسند : فائزہ خاور، ملیر

میں نے جب شیشے کی اک دیوار کھینچی آنکھ میں
دیر تک ہر ہاتھ میں پتھر نظر آتے رہے

شاعر : بشیر سیفی   پسند : سہیل آفریدی

یہ سوچ کر ہم اور بھی نکلے نہیں گھر سے
کیا جانے وہ کب لوٹ کر آجائے سفر سے

شاعر : الیاس شاداں   پسند : پارس احمد خان، اورنگی ٹاؤن

جن پتھروں کو ہم نے عطا کی تھیں دھڑکنیں
وہ بولنے لگے تو ہمیں پر برس پڑے

شاعر : افضل منہاس   پسند : محمد بلال حیدر، نارتھ کراچی

ممکن ہے کہ صدیوں بھی نظر آئے نہ سورج
اس بار اندھیرا مرے اندر سے اُٹھا ہے

شاعر : انس معین   پسند : علی حیدر لاشاری، لاکھڑا

ان ہی لوگوں سے مل کر خوش ہوا تھا
ان ہی لوگوں سے ڈرتا پھر رہا ہوں

شاعر : محمد علوی   پسند : عاقب خان جدون، ایبٹ آباد

دیکھ کر منہ بھی پھیر لیتے ہیں
یہ ہے ہمارے دوستوں کی پہچان

شاعر : خاور علی   پسند : سیدہ اریبہ بتول، کراچی

''پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو''

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی .... رپورٹ : رضوان قمر

ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے اجلاس میں مہمانِ خصوصی معروف ماہرِ تعلیم محترمہ نور قریشی تھیں۔ اراکین شوریٰ ہمدرد محترم نعیم اکرم قریشی اور محترم کرنل عبدالحمید آفریدی نے بھی شرکت کی۔ ۹ جنوری ''یومِ نونہالانِ پاکستان'' کے تعلق سے اس بار موضوع یہ مشہور قولِ سعید تھا:

''پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو''

اسپیکر اسمبلی، نونہال عائشہ اسلم تھیں۔ تلاوتِ قرآن مجید اور اس کا ترجمہ نونہال مسکان بٹ اور ساتھی نونہالوں نے پیش کیا۔ نونہال کومل نیاز نے فرمانِ رسولؐ اور احمد اظفر نے نذرانہ نعت پیش کیا۔

نونہال مقررین میں عیشا سحر اور سویرا خان شامل تھیں۔ نونہالوں نے شہید حکیم محمد سعید سے اپنی محبت کا بھرپور اظہار کیا اور شاندار الفاظ میں شہید پاکستان کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا۔

قومی صدر ہمدرد نونہال اسمبلی محترمہ سعدیہ راشد نے نونہالوں کے نام اپنے پیغام میں کہا کہ شہید پاکستان حکیم محمد سعید ہمیشہ بڑی دردمندی کے ساتھ اس بات کا درس دیتے رہے کہ اگر پاکستان ہے تو ہم باعزت بھی ہیں اور آزاد ہیں۔ ہمیں اس سے محبت کرنی چاہیے اور اس کی تعمیر میں حصہ لینا چاہیے، تاکہ اقوامِ عالم میں ہم سرفراز و سربلند رہ سکیں۔



ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی میں محترم نعیم اکرم قریشی، محترمہ مسز نور قریشی اور نونہال تقریر کر رہے ہیں۔

محترم نعیم اکرم قریشی نے کہا کہ تمام نونہال اپنی تعلیم پر بھرپور توجہ دیں۔ استادوں کو چاہیے کہ وہ ان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت پر بھی خصوصی توجہ دیں۔ بچے اور آئینے کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ نونہال خوب پھلیں پھولیں اور شہید حکیم محمد سعید کا لگایا ہوا یہ شجر بڑھتا رہے، آمین۔

محترمہ نور قریشی نے کہا کہ نونہالو! اگر آپ خود کو خوب صورت بنانا چاہتے ہیں تو اپنی تعلیم اور اخلاق پر خصوصی توجہ دیں۔ اپنے دل اور نفس پر قابو پائیں۔ اپنے دل کو نفرت سے پاک رکھیں۔ اگر آپ کسی سے نفرت کریں گے تو آپ کو بھی نفرت ہی ملے گی۔

محترم کرنل عبدالحمید آفریدی نے کہا کہ ہم سب کو ان نصیحتوں پر عمل کرنا

چاہیے جو شہید حکیم محمد سعید کو ان کی والدہ محترمہ نے کی تھیں، یعنی انتقام نہ لینا، بلکہ لوگوں کو معاف کر دینا اور شہرت کے پیچھے نہ بھاگنا، بلکہ ایسے بن جانا کہ شہرت تمھارے پیچھے بھاگے۔

اس موقع پر نونہالوں نے ایک خصوصی نظم پیش کی۔ سانحہ آرمی پبلک اسکول پشاور اور حضور اکرمؐ کی شان میں گستاخی کے خلاف شمعیں روشن کر کے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ نونہالوں نے ایک سبق آموز خاکہ اور ایک رنگا رنگ ٹیبلو بھی پیش کیا۔ اجلاس کے اختتام پر مہمانِ خصوصی نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والے نونہالوں میں انعامات تقسیم کیے، آخر میں دعاے سعید پیش کی گئی۔ ☆

ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور .... رپورٹ : سید علی بخاری

ہمارے وطنِ عزیز کے ان نونہالوں کو جنھیں عرفِ عام میں ''خصوصی بچے'' کہا جاتا ہے، گھروں سے تعلیمی اداروں میں لانا اور انھیں فعال شہری بنانا معاشرے کی اجتماعی ذمے داری اور پاکستان کی تعمیر کا حصہ ہے۔

قومی یومِ اطفال (پیدائش شہید حکیم محمد سعید) کے موقع پر ہمدرد نونہال اسمبلی کا موضوع تھا: ''پاکستان سے محبت کرو۔ پاکستان کی تعمیر کرو''

اس موقع پر صدر ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان محترمہ سعدیہ راشد، وزیر براے خصوصی تعلیم حکومت پنجاب محترم آصف سعید منہیس، ممبر صوبائی اسمبلی ڈاکٹر عالیہ آفتاب، محترم شہزادہ کبیر احمد، محترمہ زیب النساء اور محترم عبدالقدیر آس نے خطاب کیا۔ محترم سعید منہیس نے کہا کہ ہماری کوشش ہے کہ خصوصی نونہال، عام نونہالوں کے



ہمدرد نونہال اسمبلی لاہور میں محترم آصف سعید منہیس، محترم شہزادہ کبیر احمد اور نونہال تقریر کر رہے ہیں۔

شانہ بہ شانہ کھڑے ہوں۔ شہید حکیم محمد سعید نونہالوں سے بے پناہ محبت کرتے تھے وہ انھیں اپنا مستقبل کہتے تھے۔

محترمہ سعدیہ راشد نے کہا کہ حکیم صاحب نے اپنی پوری زندگی خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دی تھی۔ وہ نونہالوں کی بہترین تعلیم و تربیت اور ان میں خود داری اور خود اعتمادی کو پاکستان کی ترقی و استحکام کے لیے ضروری سمجھتے تھے۔ آج کے دور میں ہم اپنے گرد و پیش کے حالات کا جائزہ لیں تو ہم پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ عرفِ عام میں ہم جنھیں خصوصی بچے کہتے ہیں، ایسے بچے بڑوں کی ذرا سی توجہ سے ایسے ایسے کام کر جاتے ہیں جو لوگوں کو حیران کر دیتے ہیں۔ وہ افراد اور وہ ادارے جو خصوصی بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کوشاں ہیں وہ یقیناً بہت عظیم ہیں۔

نونہال مقررین میں نویرا بابر، مہرال قمر، ملائکہ صابر، طیبہ رزاق، دعا منصور، محمد علی اور الوینہ خان شامل تھے۔ محترم عبدالقدیر آس نے منظوم خطاب کیا۔ ☆

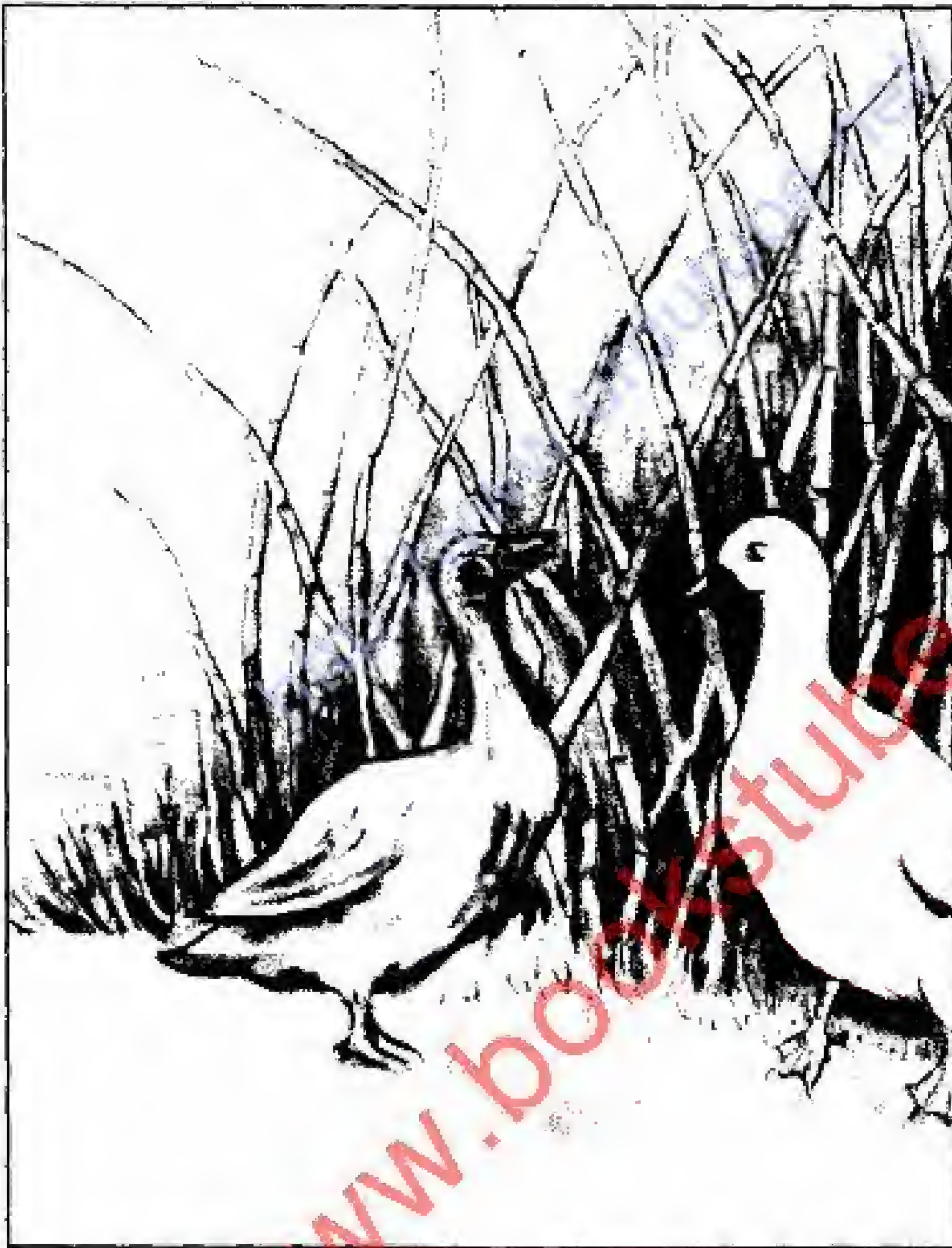
عبدالریحان

اگر کوئی آپ سے کہے کہ بے جان چیزیں بھی اچھے بُرے الفاظ کا اثر لیتی ہیں تو یقیناً آپ حیرت کا اظہار کریں گے، مگر ایک جاپانی محقق "ڈاکٹر مسارو ایموٹو" نے ثابت کر دیا ہے کہ تذلیل اور تعریف کرنے سے بے جان چیزوں پر بھی اثر ہوتا ہے۔ "ڈاکٹر مسارو ایموٹو" محقق اور مختلف طریقوں سے علاج کرنے والے ماہر ہیں۔ انھوں نے مادی چیزوں جیسے پانی اور چاول پر انسان کی مثبت اور منفی سوچ کے اثرات پر تحقیق کی ہے۔



ایک تجربے میں ڈاکٹر ایموٹو نے بھنے ہوئے چاولوں سے بھرے تین مرتبان لیے تھے۔ ایک پر "THNK YOU" (شکریہ) دوسرے پر "YOU'RE AN IDIOT" (تم بدتمیز ہو) درج تھا، جب کہ تیسرے مرتبان کو نظر انداز (IGNORED) کر دیا گیا تھا۔ ایک ماہ کے بعد جب مرتبانوں کو کھولا گیا تو پہلے مرتبان کے چاولوں سے خوشبو آ رہی تھی، جس پر شکریہ لکھا تھا۔ جن چاولوں کی "بے عزتی" کی گئی تھی ان کا رنگ سیاہ پڑ گیا تھا اور نظر انداز کیے گئے چاول ٹوٹنا شروع ہو گئے تھے۔ ☆





جاوید اقبال



جنگل کے باہر تالاب کے کنارے سوکھی جھاڑیوں میں دو بطخیں نر اور مادہ رہتی تھی۔ نر کے پنکھ سفید تھے۔ جب کہ مادہ کے خاکستری۔ نر بہت سمجھ دار، عقل مند اور ذمے دار بطخ تھی، جب کہ مادہ ایک بے پروا اور بے وقوف بطخ تھی۔

ایک دن نر نے سوچا ہمارا بھی ایک گھر ہونا چاہیے، گھر کے نہ ہونے سے ہمیں کتنی مصیبتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ جب برسات ہوتی ہے تو ہم بارش میں بھیگ جاتی

ہیں۔ جاڑوں میں سردی سے ٹھٹھرتی ہیں۔ گرمیوں میں ہمیں دھوپ جلاتی ہے۔ ہر وقت بڑے جانوروں کے حملے کا خطرہ رہتا ہے۔ ہمارا گھر بن جائے گا تو ہم موسموں کی سختیوں اور جانوروں کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔

اس نے اپنا یہ خیال پمپل کو بتایا اور اس سے کہا: ''آؤ پمپل! گھر بنانے میں میرا ساتھ دو۔ تم تنکے اور سوکھی جھاڑیاں مجھے پکڑاتی جانا، میں انھیں جوڑتی جاؤں گی۔ یوں ہمارا خوب صورت سا گھر بن جائے گا۔''

پمپل بولی: ''نا بابا نا، مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا۔ تم گھر بنانے کا خیال چھوڑ دو، یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس سے اچھا ہے ہم کسی بنے بنائے گھر پر قبضہ کر لیں۔ یوں ہینگ لگے گی نہ پھٹکری اور ہمیں گھر بھی مل جائے گا۔''

زر نے کہا: ''لو یوں بھی کبھی ہوا ہے۔ کسی کا گھر بھلا ہمیں کیسے مل جائے گا۔''

''ملے گا کیوں نہیں۔'' پمپل نے چہک کر کہا: ''کیتھی مرغی نے جنگل کی ڈھلان پر اتنا خوب صورت گھر بنایا ہے، ہم اسے وہاں سے نکال کے اس کے گھر پر قبضہ کر لیں گے۔ نہیں تو ببلو خرگوش نے جو برگد کی کھو میں گھر بنایا ہوا ہے، اس سے چھین لیں گے۔''

زر نے کہا: ''نہیں پمپل! یہ اچھی بات نہیں کسی کی محنت سے بنائی ہوئی چیز پہ ہم قبضہ کیوں کریں۔ اپنا گھر ہماری ضرورت ہے ہم خود اپنی محنت سے بنائیں گے۔''

پمپل بولی: ''تو پھر تم اکیلی گھر بنالو، مجھے تو سخت بھوک لگی ہوئی ہے۔ میں کچھ کھانے کے لیے جنگل جا رہی ہوں۔''

وہ زر کو وہیں چھوڑ کے جنگل کی طرف چل پڑی۔ زر حیرانی سے اسے جاتے ہوئے

دیکھتی رہی۔ پمپل کے رویے سے اسے بہت دکھ ہوا تھا۔ پھر اس نے فیصلہ کیا کہ میں خود ہی ہمت کرتی ہوں۔ وہ سوکھی جھاڑیاں اور تنکے اکھٹے کرنے لگی۔ وہ ایک تنکا اُٹھا کے لاتی، اسے سلیقے سے جوڑتی، پھر ایک خشک جھاڑی لا کے اس سے تنکے کے ساتھ جوڑ دیتی۔ یوں ایک ایک تنکے سے گھر بننا شروع ہوگیا۔ زر شام تک اپنے کام میں لگی رہی۔ شام تک ایک خوب صورت گھر تو بن گیا، مگر زر تھک کر چُور چُور ہوگئی۔ شام کو پمپل جنگل سے واپس آئی تو گھر تیار دیکھ کر حیران رہ گئی۔ وہ اس اپنے بنائے گھر میں حصے دار بن گئی۔ زر نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ تھکی ہوئی تھی، چپکے سے سوگئی۔

زر کے اس اچھے رویے پر بھی پمپل نے اپنے طور طریقے نہ بدلے۔ وہ ویسے ہی بے پروا اور بدسلیقہ رہی۔ سارا دن وہ اِدھر اُدھر پھرتی رہتی۔ شام کو تالاب کے کیچڑ میں لت پت گھر لوٹ آتی۔ کبھی جانوروں سے لڑ پڑتی۔ اپنے انڈے بھی سنبھال کے نہ رکھتی۔ جنگل جاتی تو وہیں انڈا چھوڑ آتی۔ کبھی تالاب کے کنارے انڈا دے دیتی اور کوے اس کے انڈے توڑ کے کھا جاتے۔ کبھی قصبے سے آنے والے لڑکے انڈے اُٹھا کر لے جاتے۔ زر اگر اسے سمجھاتی تو وہ اس کی بات ایک کان سے سنتی دوسرے کان سے نکال دیتی۔

دن یونہی گزرتے گئے۔ ایک شام زر اور پمپل تالاب کے کنارے اپنے پَر سُکھا رہی تھیں کہ اُوپر سے انھیں ایک چمکتی ہوئی چیز اپنی طرف آتی نظر آئی۔ پمپل نے اسے دیکھ کر زر سے کہا: ''زر! وہ دیکھو ایک ستارہ زمین پر اُتر رہا ہے۔ میں اسے پکڑ کے لاتی ہوں، پھر ہم اسے اپنے گھر لے جائیں گے۔ اس چمکتے ستارے سے

ہمارا گھر رات کو بھی روشن رہا کرے گا۔''

یہ کہہ کر وہ اس چمکتی ہوئی چیز کے پیچھے بھاگی۔ رز نے چلّا کر کہا: ''رک جاؤ، پمپل! یہ ستارہ نہیں ہے، بھلا کبھی ستارے بھی زمین پر اُترے ہیں۔ یہ تو کوئی جگنو ہے۔''

مگر پمپل نے اس کی بات نہ سنی اور رز پکارتی رہ گئی۔

یہ چمکتی ہوئی چیز جس کے پیچھے پمپل بھاگی تھی، واقعی جگنو تھا۔ جگنو روشنی بکھیرتا جنگل کی طرف جا رہا تھا۔ پمپل چونچ کھولے اس کے پیچھے بھاگی چلی جا رہی تھی۔ جنگل میں پہنچ کر جگنو تو جھاڑیوں اور درختوں کی اوٹ میں نظروں سے اوجھل ہو گیا اور پمپل اندھیرے میں بھٹکتی رہ گئی۔

کچھ دیر تو وہ جگنو کو ڈھونڈتی رہی، پھر مایوس ہو کر واپس لوٹنے لگی تو راستہ بھول گئی۔ اتنے میں آسمان پر بادل گرجنے لگے اور پھر ٹپ ٹپ بوندیں گرنے لگیں۔ اب تو پمپل بہت گھبرائی۔ وہ پاگلوں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگنے لگی۔ بارش تیز ہو گئی۔ بارش کے پانی سے جگہ جگہ کیچڑ ہو گیا تھا۔ پمپل کے پاؤں کیچڑ میں دھنسنے لگے۔ اچانک بارش کی بوچھاڑ تیز ہو گئی اور ہوا بھی تیزی سے چلنے لگی۔ اس قدر تیز طوفان نے سب کچھ اُلٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ درختوں کی شاخیں ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگیں۔ پمپل ہوا کے تیز جھونکوں سے کبھی اِدھر گرتی، کبھی اُدھر۔ وہ اندھیرے میں بھٹکتی ہوئی دلدل میں جا پھنسی۔

اِدھر رز ساری رات ڈرتی رہی کہ کہیں پمپل بارش کے پانی میں بہہ کر جھیل میں نہ جا گرے یا دلدل میں نہ جا پھنسے۔ وہ دعائیں مانگتی رہی کہ خدایا پمپل خیریت سے

لوٹ آئے۔ دعائیں مانگتے مانگتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ صبح وہ اُٹھی تو ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ بارش رک گئی تھی۔ وہ گھر سے نکلی اور پمپل کی تلاش میں چل پڑی۔ جگہ جگہ بارش کا پانی کھڑا تھا۔ وہ کیچڑ اور پانی میں چلتی ہوئی جھیل کی طرف جا نکلی۔ زر نے ہر طرف اسے ڈھونڈا، مگر پمپل کا کچھ پتا نہ چلا۔ اس نے جھیل کے کنارے بڑے پتھروں کے پیچھے جھانکا، جنگل کی ساری جھاڑیاں چھان ماریں، مگر پمپل اسے کہیں نظر نہ آئی۔ وہ ڈھونڈتی ڈھونڈتی دلدل کی طرف آ نکلی۔ اچانک اس کی نظر کیچڑ میں کسی چمکتی ہوئی چیز پر پڑی جب وہ قریب گئی تو دیکھا پمپل کیچڑ میں گری پڑی تھی۔ اسے بے حس و حرکت دیکھ کر پہلے تو زر سمجھی کہ شاید پمپل مرگئی ہے، مگر پھر سانس لینے سے اس کا پَر ہلا تو زر کی جان میں جان آئی۔ اس نے آگے بڑھ کر پمپل کو سیدھا۔ کیا اس کے پَروں سے کیچڑ صاف کی، پھر کہیں پمپل نے آنکھ کھولی۔

زر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ زر اسے سہارا دے کر گھر لے آئی۔ گھر آ کر پمپل بیمار ہوگئی۔ زر اس کی تیمارداری کرتی رہی۔ ایک ہفتے بعد پمپل ٹھیک ہوگئی۔

پمپل اب بہت بدل گئی ہے۔ زر کی بات نہ مان کر اس نے جو تکلیف اُٹھائی تھی، اس سے پمپل نے کافی سبق حاصل کیا۔ اب وہ زر کی ہر بات مانتی ہے۔ جنگل میں اسے کوئی جانور ملتا ہے تو وہ اس سے کہتی ہے: ''پیارے دوست! ستارے زمین پر نہیں اُترتے اور ستاروں سے قیمتی وہ دوست ہوتا ہے، جو مشکل وقت میں آپ کے کام آتا ہے۔''

☆☆☆

شہری دفاع

نسرین شاہین

ماضی میں دورانِ جنگ شہریوں کو عام طور پر دھما کا کرنے اور آگ لگانے والے بموں سے ہی واسطہ پڑتا تھا، مگر دوسری جنگِ عظیم میں عام شہریوں کو ایٹم بموں سے بھی واسطہ پڑا۔ زیادہ تر شہری تیسری آبادیوں پر حملے کیے جاتے ہیں۔ ان حملوں سے پھیلنے والی تباہ کاریوں کو دیکھتے ہوئے شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات پر غور کیا جانے لگا۔

اس سلسلے میں مختلف پروگرام ترتیب دیے گئے، جن کو شہری دفاع (CIVIL DEFENCE) کا نام دیا گیا۔ جیسے جیسے خطرناک اور جدید ہتھیار سامنے آئے، شہری دفاع کے پروگرام کو ضرورت کے مطابق ڈھالا جاتا رہا، اب یہ پروگرام دنیا بھر میں قومی تحفظ اور سلامتی کا پروگرام بن گیا ہے۔

جب امریکا نے جاپان کے دو شہروں، ہیروشیما اور ناگاساکی میں ایٹم بم گرائے تو وہاں کے شہری تربیت یافتہ نہ تھے، نتیجتاً لاکھوں لوگ مارے گئے، زخمیوں کی بڑی تعداد اس لیے ہلاک ہوگئی کہ انھیں بچانے کے لیے تربیت یافتہ رضا کار موجود نہ تھے۔ ایٹم بم گرنے سے جانی اور مالی نقصان بھی بہت ہوئے۔ فوج کے لیے ہتھیار تیار کرنے والے کارخانے بند ہوگئے۔ خوراک کے ذخیرے اور پانی کی سپلائی کا نظام درہم برہم ہوگیا۔ سامان لانے، لے جانے کے تمام ذرائع ختم

ہو گئے۔ لوگوں کے پاس پہننے کے لیے کپڑے، کھانے کے لیے خوراک اور علاج کے لیے دوائیں بھی نہیں بچیں۔ اگر شہری دفاع کا پروگرام موثر طور پر کام کر رہا ہوتا تو بہت سی قیمتی جانیں بچائی جا سکتی ہیں۔

شہری دفاع کی تربیت حاصل کر کے نہ صرف اپنی زندگی بچائی جا سکتی ہے، بلکہ دوسروں کی زندگی کو بھی بچایا جا سکتا ہے۔ شہری دفاع کے اصولوں پر عمل کر کے قدرتی آفات، زلزلوں، طوفانوں اور سیلاب کی تباہ کاریوں کے دوران جانی و مالی نقصانات کو کم سے کم کیا جا سکتا ہے۔ شہری دفاع کا آغاز باقاعدہ ادارے کے طور پر نہیں ہوا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہنگامی حالات اور ضرورت کے تحت شہری دفاع کے پروگرام میں تبدیلیاں آتی گئیں۔ دوسری جنگِ عظیم میں ہوائی جہازوں کے ذریعے بم باری سے فوجیوں کو کم اور شہریوں کو زیادہ نقصانات اُٹھانا پڑے۔ اس وقت بہت سی رضا کار تنظیمیں اور رفاہی جماعتیں شہریوں کی مدد کے لیے کام کر رہی تھیں، مگر ان کی تعداد کم تھی۔ انھی دنوں آگ لگانے والے بموں کا استعمال بھی ہوا۔

عالمی جنگ میں آگ لگانے والے بموں نے جتنا جانی اور مالی نقصان پہنچایا، اتنا دھما کا خیز بموں سے نہیں ہوا تھا۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد برطانیہ میں یہ قانون بنا دیا گیا کہ ہر گھر، دفتر، کارخانے، اسکول یا ادارے میں ضرورت کے مطابق پانی سے بھری بالٹیاں اور ریت کی بوریاں بھر کر لازمی رکھی جائیں، تاکہ آگ بجھانے میں مدد مل سکے۔ پہلی جنگِ عظیم میں شہری دفاع کا واضح تصور نہ تھا۔

جنگ سے پھیلنے والی تباہیوں سے نمٹنے اور دیگر امدادی سرگرمیوں کے لیے باقاعدہ کوئی بھی ادارہ نہیں تھا۔ اس کے بعد شہری دفاع کو تقریباً ہر جگہ اہمیت دی گئی۔ اس سلسلے میں قواعد وضوابط بھی مرتب کیے گئے۔ بعد میں شہری دفاع کی ایک بین الاقوامی تنظیم انٹرنیشنل سول ڈیفنس آرگنائزیشن قائم کی گئی۔

جس وقت یہ تنظیم قائم ہوئی تھی، اس کے ارکان کی تعداد صرف ۴۵ تھی، اب سیکڑوں میں ہے۔ یہ حقیقت بھی قابلِ ذکر ہے کہ پاکستان کو سات سال تک اس تنظیم کی صدارت کا اعزاز حاصل رہا ہے۔ شہری دفاع کا محکمہ، جنگ کے دوران ہنگامی حالات کے تحت اپنے پروگرام ترتیب دیتا ہے، لیکن ان پروگراموں میں دیگر آفات اور حادثات سے نمٹنے کے لیے خاصی لچک رکھی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں شہری دفاع کی تنظیم وفاقی، صوبائی اور ضلعی سطح پر قائم ہے۔ وفاقی تنظیم وزارتِ دفاع کے ماتحت ہے اور ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بھی عملی ترتیب فراہم کرتی ہے۔ وفاقی حکومت کا یہ تربیتی پروگرام ۱۹۵۱ء سے جاری ہے۔ وفاقی تنظیم کے کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ اور مظفر آباد مراکز پر دس مختلف تربیتی کورس سال بھر چلتے ہیں۔ جن میں خواتین کی تربیت کے کورسز بھی شامل ہیں۔ شہری دفاع کا پروگرام شہریوں کو نہ صرف ہر قسم کے حادثات سے نبرد آزما ہونے کی تربیت دیتا ہے، بلکہ بعض حالات میں حادثات سے محفوظ رہنے کے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔ تربیت یافتہ شہری اپنی جان و مال کی حفاظت بہتر طریقے سے کر سکتے ہیں۔ ☆

کہانی - بچے کی زبانی

شاعر لکھنوی

مجھے لکھنا ہے اِک ایسی کہانی
جو سب کو یاد ہو جائے زبانی

قلم کی نِب، مگر ٹوٹی ہوئی ہے
لکھوں کیسے؟ یہ مشکل آپڑی ہے

قلم کی فکر میں اُلجھا ہوا ہوں
جھکائے سر یہی میں سوچتا ہوں

اگر ابو کا پین مل جائے مجھ کو
کہانی خود بہ خود یاد آئے مجھ کو

مگر کیسی ہو؟ اُس کی شان کیا ہو
کہانی کا مری عنوان کیا ہو

یہی عنوان ہوگا سب سے معقول
میں اس کا نام رکھوں ''میرا اسکول''

مری آنکھوں میں ہے شانی کی صورت
لکھوں شاکر کہ اجمل کی شرارت

ہوئی تھی گم، مرے بستے کی ڈوری
کروں ظاہر، میاں جمی کی چوری

ورق کاپی کا پھاڑا تھا جتا نے
مجھے وہ روز آتی تھی ستانے

میں سہما رہتا تھا ٹونی کے ڈر سے
شکایت روز وہ کرتا تھا سر سے

بہت کچھ یاد ہے لکھوں میں کیسے
قلم تو ڈھونڈ لوں ابو کا پہلے

ارے کتنا مزہ آیا، آہاہا
قلم ہے میز کے خانے میں رکھا

کروں اسکول کے ظاہر میں سب راز
چلو، کرتا ہوں اب لکھنے کا آغاز

لڑائی کے لگے رہتے ہیں دھڑکے
بہت شیطان ہوتے ہیں یہ لڑکے

خیالوں کی ندی بھی چڑھ رہی ہے
کہانی اور آگے بڑھ رہی ہے

یہ دروازے کو کس نے کھٹکھٹایا
کہانی چل رہی تھی، کون آیا

اسے بھی کیا مرے دل کی خبر ہے
ارے یہ تو مرا ساتھی ظفر ہے

یہ کیوں کرسی میں دھنستا جا رہا ہے
مری حالت پہ ہنستا جا رہا ہے

وہ ہنس کر کہہ رہا ہے میرے بھائی!
یہ تُو نے اپنی کیا حالت بنائی

یہ منھ پر اور کپڑوں پر سیاہی
مری توبہ، مری توبہ الٰہی

وہ حلیہ ہے کہ کوئی بھوت جیسے
یہ مونچھیں لگ گئیں چہرے پہ کیسے

یہ جملے سن کے میرا ذہن جاگا
میں فوراً آئینے کی سمت بھاگا

ہوئی شرمندگی حالت پہ اپنی
ہنسی آئی مجھے صورت پہ اپنی

یہ سوچا تھا، کہانی لکھ رہا ہوں
مگر میں خود کہانی بن گیا ہوں

سبز ہلالی پرچم

اُم عادل

قومی پرچم کسی بھی قوم کی شان و شوکت اور اس ملک و قوم کی آزادی کی پہچان ہوتا ہے۔ ہر آزاد ملک کا کوئی نہ کوئی پرچم ضرور ہوتا ہے۔ پرچم کا رنگ ڈیزائن اور سائز اس قوم کے عزائم و اُمنگوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ قوموں کے پرچموں سے ان کے نصب العین کا بھی اظہار ہوتا ہے۔ مثلاً اسلامی ملک سعودی عرب کے پرچم پر تحریر کلمۂ طیبہ اس بات کا اظہار ہے کہ سعودی حکومت کا نصب العین دینِ اسلام اور توحید کی سربلندی ہے۔ اسی طرح پاکستان کے سبز ہلالی پرچم کا سبز رنگ جہاں مسلمانوں کی اکثریت کو ظاہر کرتا ہے، وہیں یہ رنگ ترقی و خوش حالی کی علامت بھی ہے۔ اس میں موجود سفید رنگ کی پٹی اس ملک میں بسنے والی اقلیتوں کی نشاندہی کرتی ہے۔

اس خوب صورت و دل کش پرچم کو جناب محترم اقبال احمد صاحب نے ڈیزائن کیا تھا۔ اس کا رنگ گہرا سبز، شکل مستطیل ہے اور لمبائی چوڑائی ۲، ۳ کی نسبت سے ہے۔ سبز حصے کے وسط میں پانچ کونے والے سفید ستارے کے ساتھ ۴۵ ڈگری زاویے سے چاند دکھایا گیا ہے۔ پرچم پر موجود سفید پٹی پرچم کا چوتھائی حصہ ہے۔ اس پرچم کی تشکیل کے لیے جو کمیٹی بنی اس کے اراکین میں قائداعظم محمد علی جناح، خان لیاقت علی خاں اور سردار عبدالرب نشتر شامل تھے۔ پاکستانی پرچم کا یہ پیارا ڈیزائن ۱۱- اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کراچی میں منظور ہوا۔ اس پرچم کو پہلی مرتبہ تیار کرنے کا اعزاز دو بھائیوں ٹیلر ماسٹر الطاف حسین اور افضال حسین کو

حاصل ہوا۔ تیاری کے بعد اس ہلالی پرچم کو پہلی بار قیامِ پاکستان کے اعلان کے بعد ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کی رات بارہ بج کر ایک منٹ پر لہرایا گیا اور اسے لہرانے کا اعزاز تحریکِ پاکستان کی نامور اور معتبر علمی شخصیت ''علامہ شبیر احمد عثمانی'' کو حاصل ہوا۔

اللہ کی خاص رحمت سے یہ ہمیشہ ہواؤں کے دوش پر لہراتا رہے گا۔ یہ صرف بانیِ پاکستان حضرت قائداعظم محمد علی جناح اور ان کے دستِ راست محترم خان لیاقت علی خاں کی برسی کے موقع ۱۱ ستمبر اور ۱۶ اکتوبر کو سرنگوں رہتا ہے۔ ہمارے شاعروں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے اس پرچم کی شان میں بہت کچھ لکھا۔ قومی ترانے کے خالق جناب حفیظ جالندھری نے قومی ترانے میں نہایت خوب صورت الفاظ میں پرچم کی شان بیان کی ہے۔ خدا ہمارے سبز ہلالی پرچم کو تا ابد سربلند اور لہراتا رکھے آمین۔

اپنے پرچم تلے ہر سپاہی چلے
جیسے تاروں کے جُھرمٹ میں چندا چلے
اپنے پیارے وطن کو سجائیں گے ہم
ذرّے ذرّے کو سورج بنائیں گے ہم
کوئی دشمن جو روکے ہمارے قدم
ساری دنیا کا تختہ اُلٹ دیں گے ہم
اپنے پرچم تلے ہر سپاہی چلے
جیسے تاروں کے جُھرمٹ میں چندا چلے

آدھی ملاقات

یہ خطوط ہمدرد نونہال شمارہ جنوری ۲۰۱۵ء کے بارے میں ہیں

● ہر شمارے کی طرح جنوری کا شمارہ بھی اچھا لگا۔ جاگو اور جگاؤ میں بہت ہی خوب صورت سبق دیا گیا۔ اس مہینے کا خیال بھی بہت ہی عمدہ تھا۔ روشن خیالات اور نعت شریف بہت پسند آئیں۔ ''شہید پاکستان۔ ایک نظر میں'' حکیم محمد سعید کے بارے میں پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ انکل شہید حکیم محمد سعید بہت اچھے ہمارے رہنما تھے اور ہمارے لیے بے مثال خدمات انجام دی۔ تمام کہانیاں اچھی تھیں۔ کسوٹی (مسعود احمد برکاتی) اللہ نے ملائی جوڑی (انور فرہاد) تیرھویں کرسی (وقار محسن) جادوئی تحفہ (احمد عدنان طارق) اور تعبیر بہت ہی سپرہٹ کہانیاں تھیں اور بلاعنوان کہانی اے دن تھیں اور خیالات کا کارواں، وقت بہت کم ہے، قرطبہ، معروف دن اور مضامین بھی معلومات سے بھرپور اور اچھے تھے۔ نظموں میں نئے سال کا پیغام اور چڑیا گھر کی سیر بہت پسند آئیں۔ انکل! میں نونہال بک کلب کا ممبر بننا چاہتی ہوں۔ **ثوبیہ رانی، محمد رمضان مغل (نواب شاہ)**

● سرورق بھی خوب سج رہا ہے۔ ''معروف دن'' پڑھ کر حکیم صاحب کی خوبصورت زندگی کا تعارف بہت خوب لگا۔ **اویس شیخ، ٹوبہ ٹیک سنگھ**

● جنوری کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ پڑھ کے مزہ آیا۔ میں میڈیکل کی طالبہ ہوں، اس بار چھوٹی بہن نے ''اللہ نے ملائی جوڑی'' پڑھنے کو کہا۔ بس پھر دل نہیں چاہا نونہال چھوڑنے کا پورا شمارہ پڑھ کے رکھا۔ بہت مزا آیا۔ ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ **نوال فاطمہ بنت محمد شاہد امین، نواب شاہ**

● جنوری کے شمارے کی کہانیاں پڑھ کر دل خوش ہوا۔ سرورق بہت پیارا تھا۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی، اللہ نے ملائی جوڑی، کسوٹی، تعبیر، تیرھویں کرسی پڑھ کر مزہ آیا۔ **امیمہ صمد شاہد امین، نواب شاہ**

● جنوری کا شمارہ ہر شمارے کی طرح خاص تھا۔ ہنسی گھر میں بہت اچھے لطیفے تھے۔ کہانیوں میں اللہ نے ملائی جوڑی، کسوٹی، میری آپ بیتی، تعبیر اور بلاعنوان بہت اچھی تھی۔ **احرار حسن، نواب شاہ**

● جنوری کا سرورق ہم کو بہت ہی بھایا۔ جاگو جگاؤ نے عظیم شخصیات کا تعارف کرایا۔ کسوٹی سے دل کو روشن کر دیا۔ جادوئی تحفہ کو بالکل بے مزہ پایا۔ **ایمان عائشہ، نواب شاہ**

● میں ہمدرد نونہال کا نیا دوست ہوں۔ یہ رسالہ بہت ہی اچھا اور خوبصورت ہے۔ **محسن علی حسن ابدال**

● جنوری کا شمارہ ہر لحاظ سے، ہر انداز سے بہترین تھا۔ نئے سال کا پیغام، نعت شریف، چڑیا گھر کی سیر اور تھوڑا تھوڑا بہت۔ یہ سب نظمیں ہر لحاظ سے اچھی تھیں۔ کہانیوں میں سب سے اچھی میری آپ بیتی، خیالات کا کارواں، کتابیں ہماری دوست، وقت بہت کم ہے۔ قرطبہ، تیرھویں کرسی، اللہ نے ملائی جوڑی، کسوٹی، جادوئی تحفہ اور ذہین طالبہ سب ہی کہانیاں پڑھ کر اس مہینے کا مزہ دوبالا ہو گیا۔ ہمیشہ کی طرح معلومات افزا سے معلومات میں اضافہ ہوا۔ **غیب احمد رند، حاوا رند حاوا کالونی۔ سانگھڑ**

● جاگو جگاؤ بڑی پکی بات، اس مہینے کا خیال بہت پسند آئے۔ ''کسوٹی'' (مسعود احمد برکاتی) تحریر بہت خوبصورت تھی۔ مضمون ''شہید پاکستان ایک نظر میں'' سے معلومات میں بے حد اضافہ ہوا۔ سب سے اچھی بلاعنوان انعامی کہانی تھی۔ خیالات کا کارواں (حمیرا اسید) تحریر بہت پسند آئی۔ تیرھویں کرسی دھمی خاتون کی مزے دار کہانی تھی، لیکن بہت مختصر تھی۔ تعبیر سبق آموز کہانی تھی۔ یہ تم نے کیا کیا چینو! نظم دلچسپ تھی۔ ذہین طالبہ بھی بہترین تحریر تھی۔ **عائشہ محمد خالد قریشی، بھکر**

● پہلے نمبر پر کہانی ''اللہ نے ملائی جوڑی'' دوسرے پر ''تعبیر'' اور تیسرے نمبر'' خیالات کا کارواں'' لگی۔ نونہال ادیب میں تمام تحریریں عمدہ تھیں۔ ہنسی گھر بھی اچھا لگا۔ ''جادوئی تحفہ'' اور

تیرھویں کرسی" بھی اچھی تھیں۔ سرورق ہمیں بہت پسند آیا۔ **عریشہ بنت حبیب الرحمٰن، کراچی**

● "اللہ نے ملائی جوڑی" (انور فرہاد) تیرھویں کرسی (وقار محسن) "تعبیر" اور "بلاعنوان انعامی کہانی" (جدون ادیب) بہترین کہانیاں ہیں۔ "جادوئی تحفہ" (احمد عدنان طارق) اس مہینے کی سب سے بہترین کہانی ہے۔ "کتابیں ہماری دوست" ایک معلوماتی اور دل چسپ مضمون ہے۔ نظموں "چڑیا گھر کی سیر" (قیصر حسین) "یہ تم نے کیا کیا چھوٹو" (عبدالرؤف، تاجور) اور "تھوڑا تھوڑا بہت" (مولوی اسماعیل میرٹھی) اچھی تھیں۔

حسن رضا سردار، علیہ نشان وغیرہ، کرکز کا موگل

● کہانیوں میں پہلے نمبر پر "تیرھویں کرسی" تھی اور پھر باقی ساری تحریریں سپر ہٹ تھیں۔ انکل آپ مجھے ہدایت نامہ برائے اشاعت تصویر اور نونہال بک کارڈ بھجوا دیں۔ **محمد شعیب، بہاول پور**

جواب: کس پتے پر بھجوائیں۔ خط میں آپ نے پتا ہی نہیں لکھا۔

● سرورق بھی ہمیشہ کی طرح بہت اچھا اور پرکشش تھا۔ کہانیاں، نظمیں، معلوماتی تحریریں اور خطوط بہت اچھی لگیں۔ نونہال کی تحریریں اتنی دل چسپ ہوتی ہیں کہ پڑھ کر بوریت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ حکیم محمد سعید صاحب کا جاگو جگاؤ اور جناب مسعود احمد برکاتی کی پہلی بات ہمارے لیے علم کی روشنیاں ہیں۔ **طارق محمود کھوسو، کشمور**

● جنوری (سال نو) کا شمارہ بہت اچھا تھا۔ اس میں اللہ نے ملائی جوڑی، جادوئی تحفہ اور بلاعنوان کہانی بہت اچھی رہی۔ **محمد احمد، ملتان**

● جاگو جگاؤ اور پہلی بات پہلے کی طرح اچھی تھیں۔ کہانیوں میں کسوٹی، تیرھویں کرسی، جادوئی تحفہ، بلاعنوان انعامی کہانی اور ہنسی گھر زبردست تھیں۔ **امامہ عاکفین، حاصل پور، ضلع بہاول پور**

● جنوری کے شمارے میں جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک سب ہی کچھ بہترین ہے۔ سب کہانیاں اور سب سلسلے ہمیشہ کی طرح بہترین ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نونہال نے ہمیں مایوس کیا ہو۔ سبق آموز کہانیاں، دل چسپ تحریریں، خوب صورت باتیں، معلوماتی مضمون، ہنساتے لطیفے اور خوب صورت اشعار، سمجھ نہیں آتا کہ کس کس کی تعریف کریں۔ **بہادر علی بہادر، کنڈیارو**

● جنوری کا شمارہ قابل دید تھا۔ کہانیاں اللہ نے ملائی جوڑی، تیرھویں کرسی، جادوئی تحفہ اور بلاعنوان انعامی کہانی سپر ہٹ تھیں۔ ذہین طالبہ اور کسوٹی سبق آموز کہانیاں تھیں۔ لطائف بہت اچھے تھے۔ **محمد عمار، لاہور۔**

● سرورق بہت ہی خوب صورت تھا۔ "جاگو جگاؤ" میں حکیم محمد سعید شہید کی باتیں عقیدت اور نصیحت سے بھرپور تھیں۔ "پہلی بات" بھی عقیدت و نصیحت سے بھرپور تھا۔ "روشن خیالات" روشن ہوتے ہیں۔ "شہید پاکستان ایک نظر میں" بہت ہی مفید معلومات سے بھرا مضمون تھا۔ "مصروف دن" بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ "قرطبہ" پڑھ کر معلومات میں اضافہ ہوا۔ "ذہین طالبہ" پڑھ کر نئے عزم نے جنم لیا۔ کہانیاں اپنا جواب آپ تھیں اس کے علاوہ مستقل سلسلے بھی بھرپور معلومات لیے ہوئے تھے۔ **محمد اجمل شاہین انصاری، چوہنگ سٹی**

● ساری کہانیاں معیاری تھیں خصوصاً بلاعنوان کہانی بہت زبردست رہی۔ جادوئی تحفہ بھی اچھی کہانی تھی۔ ہنسی گھر کے لطیفے پڑھ کر ہم لطف اندوز ہوئے۔ **مجاہد الرحمٰن، ثروت الرحمٰن، کراچی**

● پہلی بات نے بہت گہرا اثر ڈالا۔ تمام کہانیاں لاجواب تھیں۔ ذہین طالبہ بھی بہت اچھی اور سبق آموز تھی۔ ہمارے اندر بھی کہیں نہ کہیں ایک پریا چھپی ہے۔ بس خود اعتمادی کی ضرورت ہے۔ **مشعل نایاب، حبہ زاہد شاہ، قیوم آباد، کراچی۔**

● ماہ نامہ نونہال بچوں کے تمام رسالوں میں ایک رسالہ ہے جس کو پڑھ کر نہ صرف معلومات حاصل ہوتی ہیں، بلکہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے۔ جنوری کا شمارہ بھی بہت شاندار تھا۔ **فرح صدیقی، کورنگی، کراچی**

● جنوری ۲۰۱۵ء کا شمارہ مجموعی طور پر بہت اچھا تھا۔ بلاعنوان انعامی

کہانی سے بھی ہمیں سبق حاصل ہوا۔ مریم صدیقی، کورنگی، کراچی

● جنوری ۲۰۱۵ء کا شمارہ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک بہت اچھا تھا۔ اللہ اس پیارے اور عزت دار رسالے کو اور عزت عطا فرمائے (آمین) مجھے اس شمارے میں سب سے اچھی جاگو جگاؤ لگی۔ اس کے علاوہ ذہین طالبہ۔ **سعد احمد صدیقی، کورنگی، کراچی۔**

● جنوری ۲۰۱۵ء کا شمارہ اچھا تھا۔ کسوٹی اور جادوئی تحفہ کے علاوہ لطیفے اور مصروف دن بھی بہت اچھا لگا۔ **عمار ایاز صدیقی، کورنگی، کراچی**

● تمام کہانیاں بہت ہی زبردست تھیں۔ بلاعنوان کہانی تو اپنی مثال آپ تھی۔ نونہال معلومات حاصل کرنے میں ہمارا معاون اور مددگار ثابت ہوا ہے۔ **اسماء جاوید، بہاولنگر**

● ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی ساری کہانیاں سپرہٹ تھیں۔ سب سے اچھی کہانی ''بلاعنوان'' تھی۔ لطیفے بھی بہت اچھے تھے۔ **محمد موسیٰ، کراچی**

● ساری کہانیاں اچھی تھیں۔ ''اللہ نے ملائی جوڑی'' پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ تعبیر ''بلاعنوان'' جادوئی تحفہ سبق آموز کہانیاں تھیں۔ ''تیرھویں کرسی'' سمجھ میں نہیں آئی۔ نظموں میں ''نئے سال کا پیغام'' اچھی لگی۔ **مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ**

● نئے سال کا پہلا شمارہ بہت خوب تھا۔ سب سے بہترین کہانی ''بلاعنوان'' تھی جس میں ''دیمو دادا'' نے زبردست فیصلہ کیا اور اپنے بیٹے کا مستقبل محفوظ کرلیا۔ ''تیرھویں کرسی'' ان لوگوں کے لیے سبق آموز ہے جو ان توہمات میں پڑتے ہیں اور گھن چکر بن جاتے ہیں۔ ''جادوئی تحفہ'' بہت ہی خطرناک تھی، لیکن مزیدار تھی۔ **ادیبہ نور، نواب شاہ**

● جنوری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ مسعود احمد برکاتی کی تحریر کسوٹی نے بہت متاثر کیا۔ حکیم صاحب کی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل ہوئیں، کہ انھوں نے کس طرح اپنی زندگی گزاری اور انھیں عہدے ملے اور انھوں نے کتنے ادارے قوم کے لیے قائم کیے۔ ہم ان کے احسان مند رہیں گے۔ کہانیوں میں اللہ نے ملائی جوڑی نے بہت ہنسایا۔ اس کے علاوہ تعبیر (محمد شعیب) بلاعنوان انعامی کہانی، تیرھویں کرسی، جادوئی تحفہ، اچھی تھی۔ ذہین طالبہ کے بارے میں پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ ہمیں بھی اس کی طرح محنت کرنی چاہیے۔ **تحریم فاطمہ، حسان علیم، عبدالحنان، ملتان۔**

● جنوری کا شمارہ زبردست تھا۔ جادوئی تحفہ اور بلاعنوان کہانیاں ٹاپ پر تھیں۔ شہید حکیم محمد سعید کے بارے میں پڑھ کر معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ **عروج رانا، پیالہ دوست محمد مرید کے، ضلع شیخوپورہ**

● روشن خیالات بہت اچھے تھے۔ انکل! میں نے نونہال بک کلب کے لیے اپنا نام اور اپنا پتا وغیرہ بھیجا ہے۔ مجھے بک کلب کا کارڈ بھیج دیں۔ **شیروز شاہ، حیدرآباد۔**

● جنوری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ پہلے نمبر پر جادوئی تحفہ، ذہین طالبہ، اللہ نے ملائی جوڑی، بلاعنوان انعامی کہانی، تیرھویں کرسی، تعبیر، میری آپ بیتی وغیرہ ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ ہنسی گھر کچھ خاص نہیں تھا۔ جاگو جگاؤ نے اپنے دماغ کو جگایا۔ علم دریچے اور نونہال ادیب بھی اچھے تھے۔ کہانی بھیجنے کا طریقہ کیا ہے؟

> **جواب: جس پتے پر خط بھیجا ہے، اسی پتے پر کہانی بھی بھیجی جا سکتی ہے۔ کہانی کے آخر میں اپنا نام، پتا صاف لکھیں۔**

● ساری کہانیاں ایک سے بڑھ کر ایک تھیں۔ ''بلاعنوان'' کہانی بھی نمبر ون تھی اور نظمیں بھی ساری اچھی لگیں۔ **مریم عبدالسلام شیخ، نواب شاہ**

● جنوری کا شمارہ حسبِ معمول عمدہ رہا۔ تمام کہانیاں اتنی بہترین تھیں کہ انتخاب کرنا مشکل ہو رہا تھا کہ سب سے بہتر کسے کہا جائے۔ **صدف احمد، کراچی**

● جنوری کے شمارے کی تمام کہانیاں مزے کی تھیں۔ اللہ نے ملائی جوڑی، ذہین طالبہ، کسوٹی، جادوئی تحفہ، بہت اچھی لگیں اور ہنسی گھر کی تو بات ہی نہیں۔ کیا خوب ہنسی گھر تھا۔ **تابیہ مسعود، کراچی**

● جنوری ۲۰۱۵ء کا شمارہ خوبصورت تحریریں اپنے اندر سموئے ہوئے تھا۔ خاص طور پر ''اللہ نے ملائی جوڑی'' ''تیرھویں

کرسی''، ''جادوئی تحفہ'' اور ''بلاعنوان انعامی کہانی'' بہت پسند آئیں۔ **عائشہ الیاس، کراچی**

● تمام شمارہ زبردست تھا۔ پہلی بات نے پہلے معلم کی جگہ لے رکھی ہے۔ ''سوئی'' نے واقعی سوئی کا کام کیا۔ ''جادوئی تحفہ'' اور'' بلاعنوان'' بہت پسند آئیں۔ اس دفعہ ''معلومات افزا'' کے سوالات قدرے آسان محسوس ہوئے۔ **محمد قمر الزمان، خوشاب**

● تازہ شمارہ تو سپر ہٹ تھا۔ بلاعنوان کہانی کا تو کوئی جواب ہی نہ تھا۔ ہنسی گھر بھی اچھا تھا۔ **رانا اقبال، کملا بٹ ٹاؤن**

● جنوری ۲۰۱۵ء کے رسالے کا سرورق شاندار تھا۔ سب سے پہلے جاگو جگاؤ اور پہلی بات پڑھی۔ کہانیوں میں پہلے نمبر پر ''بلاعنوان انعامی کہانی'' اور ''اللہ نے ملائی جوڑی'' دوسرے نمبر'' تیرھویں کرسی'' جب کہ تیسرے نمبر ''تعبیر'' اچھی لگیں۔ نظم ''یتیم نے کیا کیا چھوڑا'' شاندار تھی۔ ''شہید پاکستان'' پڑھ کر پتا چلا کہ واقعی شہید حکیم محمد سعید نے وطن کے لیے کتنے کام سرانجام دیے۔ **عرشیہ نوید حسنات احمد، کراچی۔**

● ہنسی گھر کے لطیفے بھی لاجواب تھے۔ نونہال مصور میں سب بچوں نے اچھی تصویریں بنائیں تھیں۔ ہر شمارے پر بہت محنت کی جاتی ہے۔ **نام پتا نامعلوم**

● جنوری کا شمارہ کافی دلچسپ تھا۔ تیرھویں کرسی ایک منفرد کہانی تھی۔ البتہ اللہ نے ملائی جوڑی (انور فرہاد) کسی کی دل آزاری کا باعث بن سکتی ہے۔ آپ کے رسالے کی خاص بات یہی ہے کہ آپ تنقید سے بھرے خط بھی شائع کر دیتے ہیں۔ انکل! سرورق کی تصویر بھیجنے کا کیا طریقہ ہے۔

جواب: تین سے پانچ سال کے بچے کی پوسٹ کارڈ تصویر جس میں بچہ خوش گوار موڈ اور گہرے رنگ کے کپڑوں میں ہو، تصویر کا پس منظر سادہ ہو، ڈاک سے یا دستی دی جا سکتی ہے۔ اپنا پتا پورا اور صاف لکھیں۔

● شہید پاکستان کے بارے میں معلومات بہت عمدہ تھیں۔ کہانیوں میں'' اللہ نے ملائی جوڑی'' ''میری آپ بیتی'' '' بلاعنوان کہانی لاجواب تھی۔ اس سے ہمیں بھی نصیحت ہوئی کہ ''باادب بانصیب بے ادب بے نصیب'' اور'' جادوئی تحفہ ذرا مختلف تھی۔ نظموں میں'' نئے سال کا پیغام'' اور'' تھوڑا تھوڑا بہت'' اچھی لگی۔ ''ہنسی گھر'' پہلے سے بہت زیادہ دلچسپ تھا۔ **محمد جہانگیر عباس جوئیہ، کراچی**

● جنوری کا شمارہ ہر لحاظ سے بہت اچھا تھا۔ کہانیوں میں سب سے اچھی کہانی بلاعنوان تھی۔ سوئی، جادوئی تحفہ، اللہ نے ملائی جوڑی، تیرھویں کرسی اور مصروف دن اصلاحی تحریریں تھیں۔

● جنوری کا شمارہ سپرہٹ تھا۔ نونہال ادیب۔ علم دریچے میں اقتباسات بہت دل چسپ تھے۔
ملک عاریان۔ بھٹائی کالونی۔ کراچی

● جنوری کا شمارہ زبردست، لاجواب اور دل چسپ تھا۔ ذہین طالبہ پڑھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جادوئی تحفہ، اللہ نے ملائی جوڑی، اچھی کہانیاں تھیں۔ مگر بلاعنوان کہانی خاص نہیں تھی۔ باقی چیزیں مزے دار تھیں۔ **زین علی۔ بھٹائی کالونی۔ کراچی**

● جنوری کا شمارہ ہمیشہ کی طرح سپر ہٹ تھا۔ کہانیاں تو تمام ہی زبردست تھیں۔ جادوئی تحفہ نمبر ون تھی اور بلاعنوان کہانی اور اللہ نے ملائی جوڑی شمارے کی جان تھیں۔ **سیف الرحمن۔ حیدرآباد۔**

● جنوری کا شمارہ حد سے زیادہ اچھا لگا۔ کہانیاں تمام ہی پسند آئیں۔ شہید حکیم محمد سعید کے بارے میں معلومات حاصل کر کے بہت مزہ آیا۔ نونہال ادیب بہت اچھا لگا۔ علم دریچے میں بھی بہت اچھی اچھی تحریریں تھیں۔ ہنسی گھر پڑھ کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ **عبید الرحمن۔ حیدرآباد**

● نئے سال کا رسالہ بہت ہی بہترین تھا۔ سرورق دیکھ کر ہی معلوم ہو گیا کہ جنوری کا شمارہ کیسا ہوگا۔ سرورق سے لے کر نونہال لغت تک پورا ہی شمارہ زبردست تھا۔ کہانیاں تو تمام ہی پسند آئیں۔ شہید حکیم محمد سعید کی معلومات حاصل کر کے علم میں اضافہ کیا۔ **رفیدہ سحر، لطیف آباد، حیدرآباد**

● کہانیاں تو تمام ہی اچھی لگیں ۔ لیکن جادوئی تحفہ بہت پسند آئی ۔ نظمیں بھی بہت اچھی تھیں ۔ نونہال ادیب میں بہت سی خوب صورت تحریریں تھیں ۔ پورا ہی شمارہ بہت ہی زبردست تھا ۔ **احمد عبید الرحمن ۔ حیدر آباد**

● نئے سال کا نیا شمارہ سپر ہٹ تھا ۔ سرورق کچھ خاص نہیں تھا ۔ کہانیوں میں بلاعنوان انعامی کہانی (جدون ادیب) جادوئی تحفہ (احمد عدنان طارق) ، اور تیرھویں کرسی (وقار محسن) اچھی تحریریں تھیں ۔

سیدہ اریبہ بتول ۔ کراچی ۔

● مسعود احمد برکاتی کی اصلاحی تحریر بہت اچھی لگی ۔ شہید پاکستان ایک نظر میں حکیم محمد سعید کے بارے میں جان بوجھ کر بہت اچھا لگا ۔ قرطبہ ، جادوئی تحفہ اور ذہین طالبہ بہترین کہانیاں تھیں ۔ **عبدالجبار رومی انصاری ، جھنگ ملتان**

● نئے سال کا شمارہ اچھا تھا اور سرورق کی تصویریں بھی پیاری تھیں ۔ سب سے اچھی مجھے ذہین طالبہ (بینش صدیقہ) کی تحریر لگی ۔ یہ تحریر پڑھ کر بہت کچھ سیکھنے کو ملا ۔ جناب حکیم محمد سعید کے بارے میں معروف دن (غلام حسین میمن) پڑھ کر معلوم ہوا کہ واقعی زندگی ہو تو ایسی ۔ شہید پاکستان ۔ ایک نظر میں (ظل ہما) بہت اچھے طریقے سے بتایا گیا تھا ۔ وقت بہت کم ہے (افضال احمد خان) کتابیں ، ہماری دولت (ڈاکٹر سہیل برکاتی) قرطبہ (غلام مرتضیٰ سومرو) اور کسوٹی (مسعود احمد برکاتی) بہت اچھی اور دل کو چھو لینے والی تحریریں تھیں ۔ کہانیوں میں بلاعنوان کہانی (جدون ادیب) اور تیرھویں کرسی (وقار محسن) اچھی تھی ۔ **کومل فاطمہ اللہ بخش ۔ کراچی**

● جاگو جگاؤ سے لے کر نونہال لغت تک ہر لفظ موتی تھا ۔ اس دفعہ کا شمارہ پڑھنے سے کچھ نیا سیکھنے کو ملا ۔ مجھے '' ذہین طالبہ '' اور '' کسوٹی '' تحریریں پسند آئیں ۔ جن کو پڑھ کر ہمت اور لگن سے واقف ہوا ہوں ۔ بلاعنوان انعامی کہانی بھی اچھی تھی ۔ **محمد وقار الحسن ۔ اوکاڑہ**

● ہمدرد نونہال کے سب ہی سلسلے بہت زبردست ہیں اور خصوصاً '' نونہال ادیب '' نے تو کئی نئے نئے لکھنے والوں کو متعارف کروایا ہے ۔ **ربیعہ اقبال ۔ ایبٹ آباد**

● تمام کہانیاں اچھی تھیں ، مگر جادوئی تحفہ (احمد عدنان طارق) '' بلاعنوان انعامی کہانی ' (جدون ادیب) بہترین تھیں ۔ اس کے علاوہ '' وقت بہت کم ہے '' اچھی تحریر تھی ۔ واقعی حکیم صاحب کی بات بالکل درست ہے ۔ **زینب ناصر ۔ فیصل آباد ۔**

● ہر شمارے کی طرح تازہ شمارہ بھی بہت پسند آیا ۔ اس بار تو کوئی کہانی ایسی تھی ہی نہیں جو دوسری سے کم نظر آ رہی ہو ۔ کسوٹی ، معروف دن اور نظم '' تھوڑا تھوڑا بہت '' میرے دل کو بھا گئیں ۔ **بشریٰ زاہد ۔ کراچی**

جاگو جگاؤ اور پہلی بات سب سے پہلے پڑھی ۔ شہید پاکستان کے بارے میں بھی کئی معلومات ملیں ۔ بہترین کہانیاں '' جادوئی تحفہ '' تیرھویں کرسی '' '' تعبیر '' '' اللہ نے ملائی جوڑی '' اور میری آپ بیتی تھیں ۔ انکل ! مجھے آپ ہمدرد نونہال اسمبلی کے بارے میں بتائیں کہ وہ کیا ہے اور اس کا ممبر کیسے بنا جاتا ہے ۔

جواب : نونہال اسمبلی میں شرکت کے لیے فون نمبر ۰۲۱۔۳۶۶۱۶۳۸۲ پر رابطہ کر کے طریقہ معلوم کریں ۔

● جنوری کا شمارہ تو ہماری سوچ سے بھی بڑھ کر نکلا ۔ کہانیوں میں اللہ نے ملائی جوڑی ، تعبیر ، میری آپ بیتی ، بلاعنوان ، جادوئی تحفہ زبردست رہی ۔ تیرھویں کرسی نے تو سب پر بازی لے لی ۔ علم دریچے اور نونہال ادیب بھی بلندی پر رہے ۔ میں نعت شریف ، نئے سال کا پیغام ، چڑیا گھر کی سیر ، یہ تم نے کیا کیا چھوٹو اچھی نظمیں تھیں ۔ اس بار لطیفے مختلف اور زبردست تھے ۔ **محمد عمر رشید ۔ کراچی**

● جنوری کا شمارہ پڑھ کر بہت مزہ آیا ۔ کسوٹی نے تو ہماری آنکھیں کھول دیں ۔ اللہ نے ملائی جوڑی (انور فرہاد) نے تو ہنسنے پر مجبور کر دیا ۔ باقی کہانیاں بھی لاجواب تھیں ۔ نظمیں اور ڈرائنگ بھی بہت عمدہ تھی ۔ **محمد اسماعیل ، عبدالرشید ۔ کراچی**

جوابات معلومات افزا - ۲۲۹

سوالات جنوری ۲۰۱۵ء میں شائع ہوئے تھے

جنوری ۲۰۱۵ء میں معلومات افزا-۲۲۹ کے جو سوالات دیے گئے تھے، ان کے جوابات ذیل میں لکھے جا رہے ہیں۔ ۱۶ صحیح جوابات بھیجنے والے نونہالوں کی تعداد بہت زیادہ تھی، اس لیے قرعہ اندازی کر کے ۱۵ نونہالوں کے نام نکالے گئے ہیں۔ ان سب نونہالوں کو انعامی کتاب بھیجی جا رہی ہے۔ باقی نونہالوں کے نام شائع کیے جا رہے ہیں۔

۱۔ سعودی عرب میں عرفات اور منیٰ کے درمیان ایک مقام ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں۔

۲۔ قرآن مجید میں حضرت جبرئیلؑ کو ''روح الامین'' کا لقب دیا گیا ہے۔

۳۔ خواجہ ناظم الدین پاکستان کے گورنر جنرل بھی رہے اور وزیر اعظم بھی۔

۴۔ نوبیل انعام یافتہ پاکستانی سائنس داں ڈاکٹر عبدالسلام ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے تھے۔

۵۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی پیدائش ۲۷ صفر ۶۳۶ھ کو ہوئی تھی۔

۶۔ شطرنج کے کھیل میں ایک کھلاڑی کے پاس آٹھ پیادے ہوتے ہیں۔

۷۔ ۱۵۴۰ء سے ۱۵۵۵ء تک ہندستان پر سوری خاندان کی حکمرانی رہی۔

۸۔ ''بخارسٹ'' رومانیہ کا دارالحکومت ہے۔

۹۔ رقبے کے لحاظ سے دنیا کا سب سے بڑا براعظم ایشیا ہے۔

۱۰۔ پہلی اور دوسری رات کے چاند کو عربی زبان میں ہلال کہتے ہیں۔

۱۱۔ آپ کے دادا کے اکلوتے بیٹے آپ کے والد ہیں۔

۱۲۔ ''CARROT'' انگریزی زبان میں گاجر کو کہتے ہیں۔

۱۳۔ رومن ہندسوں میں ۱۹ کے عدد کو انگریزی کے حروف XIX سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

۱۴۔ مشہور شاعر آبرو کا اصل نام شیخ نجم الدین عرف شاہ مبارک تھا۔

۱۵۔ اردو زبان کا ایک محاورہ: ''اندھا بانٹے ریوڑیاں ہر پھر کر اپنوں ہی کو دے۔''

۱۶۔ مومن خاں مومن کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:

تم ہمارے کسی طرح نہ ہوئے — ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا

قرعہ اندازی میں انعام پانے والے پندرہ خوش قسمت نونہال

کراچی: خوش بو عباس، سید محمد انس، سید عالی وقار، سیدہ اریبہ بتول، سید محمد فرحان جاوید نجمی، **حیدرآباد:** یسرہ بنتِ حزب اللہ، سید محمد حماد حیدر۔ **پشاور:** محمد حمد انیر۔ **میرپور خاص:** فیروز احمد۔ **ملتان:** ایمن۔ **راولپنڈی:** تحریم احمد۔ **بہاول پور:** قرۃ العین عینی۔ **ہری پور:** جواد الحسن شاہ۔ **لاہور:** امتیاز علی ناز

۱۶ درست جوابات دینے والے انعام یافتہ نونہال

☆ **کراچی:** آمنہ عمران خان، سیدہ لاریب جاوید، ہانیہ شفیق، سید اعظم مسعود، ناعمہ تحریم، پلوشہ بلال، عبدالودود، لائبہ عرفان، سمیہ توقیر، صدف احمد، علیزہ شاہ، اریبہ اسماعیل، اریبہ انصاری، محمد راشد بقا، احمد رضا، سندس سہیل، فلزا نعمان، علینا اختر، یوسف کریم، کومل فاطمہ اللہ بخش، محمد حسین سعد نوید، محمد حذیفہ اسلم، محمد یوسف صغیر، فہد احمد، سید عفان علی جاوید، سید جویریہ جاوید، سید باذل علی اظہر، سید شبطل علی اظہر، محمد طیب نسیم، حسن شہاب صدیقی، اسماء ارشد، سیدہ مریم محبوب، سیدہ سالکہ محبوب ☆ **حیدرآباد:** محمد راحیل، جویریہ اشتیاق، مریم کاشف، نسرین فاطمہ، عائشہ ایمن عبداللہ، مریم عارف خان ☆ **جامشورو:** حافظ سمیہ سعید ☆ **اٹک:** ماہ نور ابرار، علی عبدالباسط ☆ **پشاور:** میاں محمد حاذق، مس حانیہ شہزاد، سعد زواد ضیغم ☆ **جھنگ:** توصیف امان ☆ **خوشاب:** محمد قمر الزمان ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** سعدیہ کوثر مغل ☆ ☆ **راولپنڈی:** وانیا احمد، بریرہ متین ☆ **کرک:** روحین زمان ☆ **سرگودھا:** محمد حسن اکرام ☆ **اسلام آباد:** مریم فاطمہ ☆ **بہاول پور:** ایمن نور، احمد ارسلان، صباحت گل، محمد فراز اختر ☆ **کاموکی:** حسن رضا سردار ☆ **سانگھڑ:** محمد ثاقب منصوری ☆ **لاہور:** محمد شادمان صابر، انشرح خالد بٹ ☆ **جگہ نامعلوم:** مجاہد الرحمن۔

۱۵ درست جوابات بھیجنے والے سمجھ دار نونہال

☆ **کراچی:** انعم خان، روشنی خان، محمد مصعب علی، حسن رضا قادری، رب نواز خان، مہرا اعجاز، لیاہ اعجاز، اریبہ شیخ، عمار اللہ خان، ثمن امجد، عبدالرحمن اظفر، ماہ رخ نصیر ☆ **حیدرآباد:** حفصہ نعیم الدین شیخ ☆ **خانیوال:** احمد ابراہیم حسن، محمد عبداللہ اعجاز ☆ **کاموکی:** حلیمہ نشان، کومل شہزادی قادری، محمد خرغام حمید ☆ **سکرنڈ:** صادقین ندیم خانزادہ ☆ **بہاول نگر:** اسماء جاوید انصاری ☆ **جامشورو:** حافظ عمر سعید، حافظ مصعب سعید ☆ **ڈیرہ اللہ یار:** لاریب رشید بلوچ ☆ **شیخو پورہ:** محمد احسان الحسن ☆ **کشمور:** سیف اللہ کھوسو، عبدالغفار کھوسو ☆ **سانگھڑ:** چوہدری منیب احمد رندھاوا ☆ **سکھر:** عائشہ محمد خالد قریشی ☆ **ملتان:** محمد اُسید خالد ☆ **اسلام آباد:** محمد ریان حسین ☆ **فیصل آباد:** زینب ناصر ☆ **راولپنڈی:** محمد ارسلان ساجد، محمد احمر چوہدری ☆ **شہداد پور:** محمد حسان خانزادہ ☆ **چکوال:** بشریٰ صفدر ☆ **بہاول پور:** مبشرہ حسین

☆ **کوٹ ادو:** حسین عبداللہ ☆ **واہ کینٹ:** سیدہ عروج فاطمہ ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** فاطمہ حبیب ☆ **کمالیہ:** کشمالہ ☆ **نوشہرہ کینٹ:** عدن تحریم ☆ **ڈگری:** محمد طلحہ مغل ☆ **لاہور:** حفصہ طارق، محمد عبداللہ انصاری، محمد احمد ناصر اعوان۔

۱۴ درست جوابات بھیجنے والے علم دوست نونہال

☆ **کراچی:** سندس آسیہ، بشریٰ نقوی، مصطفیٰ ادریس، حلیمہ سعدیہ، محمد توقیر صدیقی، عائشہ قیصر، رضی اللہ خان، جویریہ عبدالمجید، افصال احمد خان ☆ **حیدرآباد:** سمیہ ایاز سومرو، حوریہ فاطمہ، محمد عامر قائم خانی، صبا سعید ☆ **سکھر:** ثمیرہ اطہر، فلزا مہر، طوبیٰ سلمان، سید طیب رضوان گیلانی ☆ **کاموکی:** ظلِ حنا، محمد حسنات حمید ☆ **کھوسکی:** خورشید احمد، سرفراز احمد، حسن آرائیں ☆ **لاہور:** عفیفہ کائنات، عبدالجبار رومی انصاری ☆ **پشاور:** پلوشہ مریم ☆ **آزاد کشمیر:** طلحہٰ بن شبیر ☆ **ملتان:** صائم عاصم صدیقی، ماہا ظفر ☆ **کشمور:** طارق محمود کھوسو ☆ **چارسدہ:** رمشا ظفر ☆ **سکرنڈ:** اصباہ کبیر خانزادہ ☆ **اوکاڑہ:** آمنہ افتخار ☆ **نواب شاہ:** مریم عبدالسلام شیخ ☆ **پنڈ دادن خان:** سیدہ منائل حسن عابدی ☆ **کوٹ ادو:** فاکہہ شیراز خان ☆ **پڈالی:** نعیم اللہ ☆ **ٹھارو شاہ:** شایان آصف خانزادہ راجپوت ☆ **بورے والا:** رجاء بتول ☆ **ہاتا کمل:** حماد ظفر۔

۱۳ درست جوابات بھیجنے والے محنتی نونہال

☆ **کراچی:** زین علی، دریشہ اسعد، عائشہ عمر فاروق، افرح صدیقی، طیب ندیم الرحمٰن، محمد آصف انصاری، حورعین ناصر بیگ، محتشم الحسن نظامی، ظلِ عائشہ، حفصہ نفیس، رمشا صابر، مریم سہیل ☆ **حیدرآباد:** آمنہ رضوان، نمرہ کنول ☆ **اسلام آباد:** عثمان عبدالغنی خان، زینب بتول، عائشہ جواد ☆ **چکوال:** محمد فصیح الیاس ☆ **میانوالی:** محمد عمر خان ☆ **میرپورخاص:** خنساء محمد اکرم آرائیں ☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** محمد معوذ الحسن ☆ **لاہور:** روحانہ احمد۔

۱۲ درست جوابات بھیجنے والے پُرامید نونہال

☆ **کراچی:** سمعیہ شیخ، مشعل نایاب، اسریٰ فواد، مہوش حسین، ملک عاریان، محمد معین الدین غوری، سمعیہ کنول، محمد عثمان شاہد ☆ **نواب شاہ:** عائشہ محمد طاہر قریشی، ایمان عائشہ ☆ **حیدرآباد:** شیرو نیا شاہ ☆ **میرپورخاص:** فریحہ فاطمہ، نائلہ خان شیخ ☆ **سکھر:** سمیہ شیخ ☆ **بکھر:** عبدالمعید ☆ **ایبٹ آباد:** دعا سجاد ☆ **کنڈیارو:** بہادر علی حیدر گڈانی بلوچ ☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** اویس شیخ۔

۱۱ درست جوابات بھیجنے والے پُراعتماد نونہال

☆ **کراچی:** عریشہ نوید حسنات احمد، سید فائز احمد، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، یحییٰ ندیم، سارہ مسعود، رضوان ملک، کامران گل آفریدی، محمد فہد الرحمٰن، سید علی رضا عابدی ☆ **اسلام آباد:** نیاکش نور ☆ **واہ کینٹ:** محمد ابراہیم آصف ☆ **کوٹ ادو:** فصیح اللہ ☆ **حیدرآباد:** انوشہ بانو سلیم الدین ☆ **راولپنڈی:** رافعہ نور العین۔ ☆



نونہال خبر نامہ

سلیم فرخی

زمین سے ملتا جلتا سیارہ دریافت

سائنس دانوں اور خلابازوں نے کہکشاں میں زمین سے ملتا جلتا ایک سیارہ دریافت کرلیا ہے، جس پر پانی کی موجودگی کا بھی امکان ہے۔ امریکی نشریاتی ادارے کا کہنا ہے کہ "۱۸۶-ایف" نامی یہ سیارہ نہ تو بہت بڑا ہے اور نہ بہت چھوٹا۔ یہ بہت ٹھنڈا بھی نہیں ہے اور بہت گرم بھی نہیں ہے۔ یہ سیارہ تقریباً ۵۰۰ نوری سالوں کی دوری پر ایک ستارے کے گرد گردش کر رہا ہے، لیکن یہ ستارہ ہمارے سورج کے مقابلے میں چھوٹا اور ٹھنڈا ہے۔

چیز کے بدلے چیز

بھارتی شہر "اودے پور" میں ایک ایسی دکان کا افتتاح کردیا گیا ہے، جہاں خریداری کے لیے رقم کی ضرورت نہیں ہے۔ اس دکان کا نام "دریا دل دکان" ہے۔ یہاں لوگ رقم کے بجائے ایسی چیزیں لے کر آتے ہیں، جو اچھی اور قابلِ استعمال حالت میں ہوں اور اُن کے بدلے میں اپنی ضرورت کی دوسری چیزیں لے جاتے ہیں۔ دکان دار کا مقصد رقم کے بغیر چیزوں کے تبادلے کو فروغ دینا ہے۔ یہاں کپڑوں، جوتوں، کھلونوں سے لے کر فرنیچر تک ہر شے دستیاب ہے۔ مقامی لوگوں نے اس کو بہت پسند کیا ہے اور بڑی تعداد میں اس دریا دل دکان کا رُخ کر رہے ہیں۔

بلاعنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال جنوری ۲۰۱۵ء میں جناب جدون ادیب کی بلاعنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے بہت اچھے اچھے عنوانات موصول ہوئے۔ کمیٹی نے بہت غور کرنے کے بعد تین بہترین عنوانات کا انتخاب کیا ہے، جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

پہلا عنوان: جاگ اٹھا انسان: کراچی سے سیدہ مریم محبوب نے،

دوسرا عنوان: زندگی بدل گئی: لاہور سے عبدالجبار رومی نے اور

تیسرا عنوان: ضمیر کی آواز: سکھر سے طلحہ احمد صدیقی نے بھیجا ہے۔

نوٹ: تیسرا نام قرعہ اندازی کرکے نکالا گیا ہے، کیوں کہ یہی عنوان کراچی سے فائزہ کامل اور رضی اللہ خاں نے، اسلام آباد سے شہناز شاہد نے اور کوٹ ادو سے حسن نے بھی ارسال کیا تھا۔

چند اور اچھے عنوانات

ہار میں جیت۔ ضمیر جاگ اٹھا۔ حاصلِ ماضی۔ اور تبدیلی آگئی۔ وقت کا پھیر
باادب بانصیب۔ درست فیصلہ۔ نئی زندگی۔ کایا پلٹ

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوانات بھیجے

کراچی: وردہ آمنہ فیصل، محتشم الحسن نظامی، محمد عمر رشید، مبشرہ نقوی، حورعین بیگ، بشریٰ زاہد، اریبہ صاری، عبدالرحمٰن اظفر، اریبہ اسماعیل، جنید مقبول، اویس علی، عائشہ الیاس، عمار اللہ خان، شازیہ

انصاری، علیزہ شاہ، اریبہ شیخ، صدف احمد، عریشہ نوید حسنات احمد، سمیعہ توقیر، سائرہ سکندر، محمد بلال صدیقی، لیاہ اعجاز، لائبہ عرفان، مصامص شمشاد غوری، نادیہ اقبال، محمد جہانگیر عباس جوئیہ، صناد بلال، عبدالودود، لبنیٰ جبیں، بشریٰ زاہد، اعظم مسعود، رب نواز خان، عمار ایاز احمد صدیقی، مشعل نایاب، زہرہ شفیق، یحییٰ فواد، عریشہ حامد، منیزہ خان، سیدہ لاریب جاوید، شفیقہ عمر فاروق، ناعمہ ذوالفقار، محمد سعد ندیم، ثمر صدیقی، مریم رحیم، مریم سہیل، احمد رضا خان، وریشہ ندیم، سید فائز احمد، سمعیہ شیخ، زونیر خرم فریدی، محمد رحمٰن، خنساء کاشف، عبدالوہاب زاہد محمود، آمنہ عمران خان، محمد اویس مدنی، انعم جواد، سندس سہیل، محمد توقیر صدیقی، مہوش حسین، علینا اختر، حلیمہ سعدیہ، سہیل احمد بابوزئی، مصطفیٰ ادریس، ماہ نور نصیر، رمشا صابر، کومل فاطمہ اللہ بخش، صباح کریم، سیدہ اریبہ بتول، سید محمد موسیٰ، حریم نفیس، ظلِ عائشہ، فائزہ کامل، یحییٰ ندیم، طاہر مقصود، فضل قیوم خان، محمد معین الدین غوری، علی حسن، محمد نواز بھٹی، محمد فہد الرحمٰن، بہادر، احتشام، محمد احسن اشرف، جلال الدین اسد، احمد رضا، صفی اللہ، کامران گل آفریدی، رضوان ملک، احمد حسین محمد بادل، محمد عثمان خان، فضل ودود خان، زین علی، ملک عاریان، سارہ مسعود، محمد حسن سعد نوید، عبدالرحمٰن، آمنہ قیصر، طلحہٰ بن عابد، محمد عثمان شاہد، سیدہ سالکہ محبوب، سیدہ مریم محبوب، حسن رضا قادری، سید محمد فرحان جاوید نجمی، عریشہ حبیب الرحمٰن، اسماء ارشد، جویریہ عبدالجید، رضی اللہ خان، سید شہظل علی اظہر، سید باذل علی اظہر، سید عفان علی جاوید، سیدہ جویریہ جاوید، محمد شافع، مریم علی، ایمان موسیٰ، میمونہ شاہد، سید علی رضا عابدی، ایمن صدیقی ☆ **راولپنڈی:** تحریم احمد، رومیسہ زینب چوہان، ابوذر مہرین، بریرہ متین، دانیا احمد، ردا چوہدری، حسن جہانگیر، قرۃ العین محمود ☆ **بہاول نگر:** ایلا ارشد، طوبیٰ جاوید انصاری، طلحہٰ اعزاز منیر، مریم اسلم ☆ **وزیر آباد:** حافظ محمد منیب طارق، بنیش اشرف چٹھ ☆ **لاہور:** محمد شادمان صابر، امتیاز علی ناز، انشراح خالد بٹ، عبدالجبار رومی انصاری، محمد آصف جمال، محمد عالم ☆ **بہاول پور:** محمد فراز اختر، ایمن نور، صباحت گل، قرۃ العین عینی، احمد ارسلان، امامہ عاکفین، مبشرہ حسین، محمد شکیب مسرت ☆ **میرپور خاص:** توقیر، عتیق الرحمٰن، فریحہ فاطمہ، دیپا کھتری ادم پرکاش، فیروز احمد، نائلہ خان شیخ، طوبیٰ نور محمد مری، مریم حسنین کھٹیالی، سعد الرحمٰن، حرا محمود احمد ☆ **ہری پور ہزارہ:** سہیلہ قریشی،

جوادالحسن شاہ ☆ **سکرنڈ:** اصباہ کبیر خانزادہ، نمرہ ندیم خانزادہ ☆ **اسلام آباد:** عیشاء مریم، دعا مبین، حسنہ
سعد، زینب بتول، زینب اعوان، ثمن زاہد، نیاکش نور، شہناز شاہد ☆ **حیدرآباد:** نمرہ کنول اسرار خان،
سیحہ طلعت، مریم عارف خان، مقدس جبار، عائشہ ایمن عبداللہ، سکینہ محمد اصغر، انوشہ بانو سلیم الدین، شیرو
یہ ثناء، ماہ رخ، مرزا اسفار بیگ، آفاق اللہ خان، صبا سعید، زرشت نعیم راؤ، سمیہ ایاز سومی ☆ **پشاور:**
عانیہ شہزاد، محمد حیان، سعید احمد ضیغم، میاں محمد حاذق ☆ **سکھر:** عمارہ ثاقب، عائشہ محمد خالد قریشی، ثمرہ مہر،
طلحہٰ احمد صدیقی، سمیہ شیخ، فلزہ مہر ☆ **ملتان:** محمد حارث لطیف اطہر، محمد اُسید خالد، عیشہ عاصم صدیقی،
حروشہ شفیق، تحریم فاطمہ، ماہا ظفر، ایمن ☆ **نواب شاہ:** ثوبیہ رانی محمد رمضان مغل، اسفندیار قریشی، مریم
عبدالسلام شیخ، محمد طارق قاسم، عزنا مریم طالب قریشی ☆ **کوٹ ادو:** حسن عبداللہ، فاکہہ شیراز خان، فصیح
اللہ ☆ **شیخوپورہ:** اُم لبیبہ، محمد احسان الحسن، عروج رانا ☆ **سانگھڑ:** چوہدری محمد طلحہٰ رندھاوا، نعمان خالد
خانزادہ، علیزہ ناز منصوری ☆ **جامشورو:** حافظ خدیجہ سعید، حافظ عمر سعید، حافظ مصعب سعید ☆ **واہ**
کینٹ: محمد احمد عبداللہ، سیدہ عروج فاطمہ، حبیبا آصف ☆ **کھوکی:** خورشید احمد، سرفراز احمد، حسن آرائیں
☆ **اٹک سٹی:** شہر بانو، علی عبدالباسط ☆ **کاموکی:** کنول شہزادی قادری، حسن رضا سردار، حلیمہ نشان
☆ **ٹوبہ ٹیک سنگھ:** اویس شیخ، سعدیہ کوثر مغل ☆ **تلہ گنگ:** فصیح الیاس، بشریٰ صفدر ☆ **کوہاٹ:** محمد وقاص
☆ **ڈیرہ اسماعیل خان:** محمد معوذ الحسن ☆ **خوشاب:** محمد قمر الزماں ☆ **پنڈ دادن خان:** سیدہ مبین فاطمہ
عابدی ☆ **چنیوٹ:** ظہیر احمد ☆ **ٹنڈوالہیار:** مدثر آصف کھتری ☆ **بیلا:** محمد الیاس چنا ☆ **کشمور:** سیف
اللہ کھوسو، طارق محمود کھوسو ☆ **لیاقت پور:** کنزا اسمٰعیل ☆ **اٹک:** ماہ نور ابرار ☆ **بھکر:** رانا عبدالمعید ☆ **چار**
سدہ: رزا ظفر ☆ **سرگودھا:** مرتضیٰ خورشید علی ☆ **لاوہ:** محمد ثاقب ☆ **گوگرہ:** آمنہ افتخار ☆ **رحیم یار خان:**
عبدالروف ☆ **اوباڑو:** مدثر علی آرائیں ☆ **لاڑکانہ:** اظہر علی پٹھان ☆ **ڈگری:** محمد طلحہٰ مغل ☆ **تھاروشاہ:**
ریان آصف خانزادہ ☆ **کھوکی:** وقار احمد تنیو ☆ **نوشہرہ کینٹ:** عدن تحریم ☆ **ہڈالی:** نعیم اللہ ☆ **نوشہرو**
روز: بہادر علی گندانی بلوچ ☆ **مظفر گڑھ:** محمد عثمان خان ☆ **بھمبر:** طلحہٰ بن شیر ☆ **فیصل آباد:** زینب ناصر
☆ **چاناکمل:** محمد عمر آرائیں، حماد ظفر، جاذب قریشی، سید محمد عمار حیدر، احمد شاہد، مجاہد الرحمٰن۔ ☆



نونہال لغت

لفظ	تلفظ	معنی
آویزاں	آ وے زَ ا ں	لٹکا ہوا۔ لٹکتا ہوا۔ معلّق۔
خارزار	خَا رْ زَا ر	کانٹوں کا جنگل۔ جہاں کثرت سے کانٹے ہوں۔
موصوف	مَ وْ صُ وْ ف	وہ جس کی تعریف کی جائے۔
طبع زاد	طَ بْ عْ زَ ا د	ذہن سے نکلا ہوا۔ اپنی ایجاد۔ تخلیق۔
ہونہار	ہُو نَ ہا ر	وہ جس میں لیاقت اور قابلیت کے آثار پائے جائیں۔
مرہونِ منت	مَ رْ ہُو نے مِ نْ نَ ت	احسان مند۔ ممنون۔ شکر گزار۔
مضطرب	مُ ضْ طَ رِ ب	بے چین۔ بے قرار۔
جفاکش	جَ فَا کَ شْ	مشقت اٹھانے والا۔ محنتی۔ سختی جھیلنے والا۔
جنجال	جَ نْ جا ل	مصیبت۔ آفت۔ مشکل۔ تکلیف دہ آدمی۔
خاطر خواہ	خَا طِ رْ خوا ہ	مرغوب۔ دل پسند۔ خواہش کے مطابق۔
انبساط	اِ مْ بِ سا ط	پھیلنا۔ کشادہ ہونا۔ خوشی۔ شادمانی۔ فرحت۔
استطاعت	اِ سْ تِ طا عَت	مقدور۔ بساط۔ حیثیت۔ طاقت۔
رخشندہ	رَ خْ شِ نْ دَ ہ	چمکیلا۔ روشن۔ چمکنے والا۔
ترغیب	تَ رْ غِی ب	لالچ دلانا۔ رغبت دلانا۔ شوق۔ خواہش۔
زد	زَ د	چوٹ۔ نشانہ۔ صدمہ۔
لرزش	لَ رْ زِ ش	رعشہ۔ کپکپی۔ تھرتھراہٹ۔
اثاثہ	اَ ثا ثہ	سامان۔ سرمایہ۔ پونجی۔
کاوش	کا وِ ش	کھوج لگانا۔ کھودنا۔ تلاش۔ جستجو۔ کرید۔